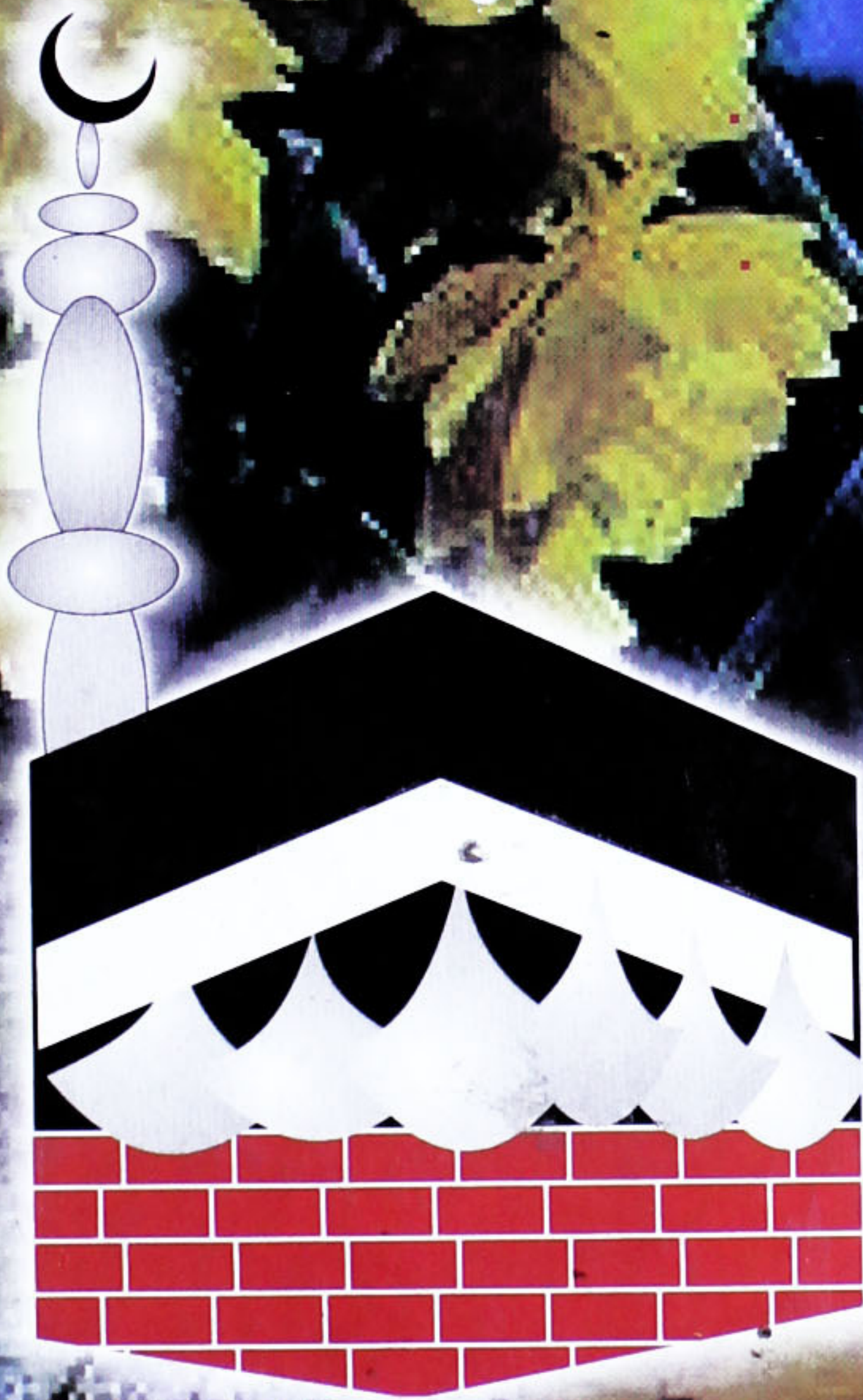


گلشنِ حمد



غیر مسلم حمد گو شعراء کا اولین تذکرہ و حمد پہ کلام
(حصہ اول)

طاہر سلطانی



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

گلشنِ حمد

غیر مسلم حمد گو شعراء کا تذکرہ و حمدیہ کلام

اولین تذکرہ

(حصہ اول)

طاہر سلطانی

جہانِ حمد پبلی کیشنز، پاکستان، کراچی

جملہ حقوق بحق مصنف و مولف محفوظ ہیں

.....	گلشنِ حمد	کتاب
.....	طاہر سلطانی	مصنف و مولف
.....	جنوری ۲۰۰۵ء	اشاعت
.....	عبدالرحمن طاہر.....عبداللہ حستان طاہر	کمپوزر
.....	سید قیصر رضوی.....حافظ محمد نعمان طاہر	ڈیزائنر
.....	جہانِ حمد کمپوزنگ سینٹر موبائل: ۲۸۳۱۰۸۹-۰۳۰۰	کمپوزنگ
.....	پے سرورق محمد راشد	قیمت
.....	جہانِ حمد پبلی کیشنز	ناشر
۲۶/۳۸ بی ون ایریا لیاقت آباد کراچی، ۷۵۹۰۰			

ای میل :- jahan-e-hamd@yahoo.com

تقسیم کار :- رحمان بک ہاؤس Rehman Book House

گوالی لین نمبر ۳۔ اُردو بازار کراچی فون ۷۷۶۶۷۵۱

حرفاؤنڈیشن پاکستان ٹرسٹ

فہرست

صفحہ	نمبر شمار
۷	۱ انتساب.....
۸	۲ اپنی باتیں..... طاہر سلطانی
۱۳	۳ گلشنِ حمد اور طاہر سلطانی..... شبیر احمد انصاری
۱۴	فہرست غیر مسلم حمد گو شعراء :
۱۵	۴ آزاد، جگن ناتھ.....
۱۷	۵ اختر ہری چند.....
۱۸	۶ اوج بریلوی.....
۱۹	۷ باقی، گردھاری لال.....
۲۱	۸ برق، بھگوان داس.....
۲۲	۹ برق سیتا پوری، بابو جوالا پرشاد.....
۲۳	۱۰ برق دہلوی، مہاراجہ بہادر.....
۲۶	۱۱ پریم، سکھ شاد.....
۳۲	۱۲ تمیز رام پوری، رام دیال.....
۳۳	۱۳ جذب، پنڈت راکھوندر راؤ.....
۳۵	۱۴ جوشِ ملیحانی، لہجہ رام.....
۳۷	۱۵ جوہر، جواہر سنگھ.....

۳۹	جوہر، مادھورام	۱۶
۴۱	جہاں، بنی نرائن	۱۷
۴۲	چکبست، پنڈت برج موہن	۱۸
۴۳	دروغ، داموورداس	۱۹
۴۵	راحت، رامیشور ناتھ	۲۰
۴۷	راحت، بھگونت رائے	۲۱
۴۹	رشی پٹیالوی، بام دیوناتھ	۲۲
۵۱	رواں اناوی، جگت موہن لال	۲۳
۵۲	رونق دہلوی، پیارے لال	۲۴
۵۴	ساحر، اوم پرکاش	۲۵
۵۷	ساحر دہلوی، پنڈت امر ناتھ	۲۶
۵۸	سحراقبال، بہادرورما	۲۷
۵۹	سحر، کنور مہیندر سنگھ بیدی	۲۸
۶۰	سرور، درگا سہائے	۲۹
۶۳	سرشار لکھنوی، رتن ناتھ	۳۰
۶۴	شاد، مہاراجہ سرکشن پرشاد	۳۱
۷۰	شاداں، چندولال	۳۲
۷۵	شا کر میرٹھی، پیارے لال	۳۳
۷۷	شایاں، طوطا رام	۳۴
۸۲	شرما، اندر جیت شرما	۳۵
۸۵	شعلہ، دووارکا داس	۳۶

۸۶	شعلہ، منشی، بنواری لال	۳۷
۸۷	شفیق، کنج بہاری لال	۳۸
۸۸	شفیق، کچھی نرائن رائے	۳۹
۸۹	شمیم کرہلوی، دیا شکر	۴۰
۹۱	شمیم فرخ آبادی، سردار شیر سنگھ	۴۱
۹۳	صادق، دہی پرشاد	۴۲
۹۴	ضیا، ہریش چندر	۴۳
۹۵	طالب بناری، نانک پرشاد	۴۴
۹۷	عاشق، مہاراجہ کلیان سنگھ	۴۵
۹۹	عرش ملیانی، پنڈت بال مکند	۴۶
۱۰۰	فراق گورکھپوری، رگھوپتی سہائے	۴۷
۱۰۱	کبیر، بھگت کبیر	۴۸
۱۰۳	کوٹری، دلورام	۴۹
۱۰۶	کشور، نند کشور	۵۰
۱۰۸	کینفی و تاربیہ، پنڈت برج موہن	۵۱
۱۰۹	لطف، گرو نرائن	۵۲
۱۱۰	محروم، تلوک چند	۵۳
۱۲۰	مہر، سورج نرائن	۵۴
۱۲۳	مدہوش، سنت پرشاد	۵۶
۱۲۴	ملا، آئند نرائن	۵۷
۱۲۵	منظر، کے مدنا	۵۸

۱۲۶	منور لکھنوی، بیٹھور پر شاو	۵۹
۱۳۰	بیک، کے کے سنگھ	۶۰
۱۳۱	ٹانک، ہا ہا گرو ٹانک	۶۱
۱۳۲	نہال چند لاہوری	۶۲
۱۳۳	نسیم لکھنوی، دیانگر	۶۳
۱۳۶	نسیم، لالہ فتح چند	۶۴
۱۳۷	نذیر قیصر	۶۵
۱۳۸	نفس بھوپالی، تھامس جیمز	۶۶
۱۳۹	نیساں، منشی ماتا پر شاو	۶۷
۱۴۰	وفا، راجہ نول رائے	۶۸
۱۴۱	ہتمف، رائے شرما	۶۹
۱۴۲	ہندی، کنہیا لال	۷۰





انتساب

ساکنان شہر قائد ٹرسٹ کراچی
کے تمام اراکین بالخصوص

جناب اظہر عباس ہاشمی صاحب

جناب عبدالحسیب خاں صاحب

جناب سید اظفر رضوی صاحب

جناب محمد یونس شیخ صاحب

اور

جناب محمد ندیم ہاشمی صاحب

کے نام بصد احترام

☆☆☆☆☆

اپنی باتیں

طاہر سلطانی

اللہ رب العزت کا شکر ادا کرتا ہوں جو تمام جہانوں کا مالک ہے۔

بڑا مہربان رحم والا ہے..... اسے نہ اونگھ آتی ہے نہ نیند آتی ہے۔

وہی سب کارواری رساں ہے وہی عزت دیتا ہے وہی ذلت دیتا ہے۔

وہ شہنشاہوں کو گدا اور گداؤں کو شہنشاہ بنا دیتا ہے۔

اس قادر و قدیر نے سورہ حج کے دسویں رکوع میں ارشاد فرمایا۔

سب انسان مل کر ایک مکھی نہ بنائیں گے اور مکھی ان سے کچھ چھین کر لے جائے تو اس سے چھڑانہ سکیں

ہم سب کمزور انسانوں کے لیے یہ غور و فکر کا مقام ہے۔ کہ ہم کیا ہیں ہماری اوقات کیا ہے۔

تو پھر ہمیں کس بات کا تکبر ہے۔ کس چیز کا گھمنڈ ہے۔ یہ ہماری زبانوں پر میں۔ میں۔ میں کیوں

سجا رہتا ہے۔ ہمیں اپنا احتساب کرنا ہوگا۔ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ نامی کتاب

کے مطالعہ کے دوران یہ پڑھ کر آنکھوں میں آنسو آگئے کہ آپ نے ساری زندگی کبھی لفظ ”میں“

استعمال نہیں کیا..... سبحان اللہ..... یہ تکبر سے بچنے کا بہترین علاج ہے۔ ہمیشہ ”میں“ سے بچا

جائے۔ اور ہمہ وقت یہ احساس رہے کہ ہم تو کچھ بھی نہیں ہیں..... ہمیں تو اپنی سانسوں پر بھی

اختیار نہیں ہے۔

سرور انبیاء آنحضرت ﷺ کا فرمان عالی شان ہے کہ عاجزی و انکساری اور سادگی انمول خزینہ ہے۔

اس خزینہ کی حفاظت کرو۔ اللہ تبارک و تعالیٰ سمیع و بصیر بھی ہے۔ اس سے کسی کا حال پوشیدہ نہیں

راقم الحروف نے جب بھی عاجزی و انکساری سے کوئی دعارب کائنات کی بارگاہ میں پیش کی

میرے پیارے رب نے راقم کی دعا کو قبولیت کا درجہ عطا فرمایا۔ یہ بھی عاجزی و انکساری سے کی گئی ایک دعا کا نتیجہ ہے..... الحمد للہ ”غیر مسلم حمد گو شعراء کا اولین تذکرہ“ آپ کے ہاتھوں میں ہے ۱۹۹۶ء میں غیر مسلم شعراء کے حمد یہ کلام و کوائف پر مشتمل منفرد انتخاب ”اذانِ دیر“ پیش کرنے کی سعادت بھی اللہ رب العزت نے راقم الحروف کو بخشی سو میں رب کائنات کا جتنا بھی شکر ادا کروں کم ہے۔ ”اذانِ دیر“ کے پیش لفظ میں پروفیسر شفقت رضوی نے لکھا تھا کہ ”اذانِ دیر“ میں غیر مسلم شعراء کا حمد یہ کلام پیش کیا جا رہا ہے۔ یہ کام اہم بھی ہے اور محنت طلب بھی اس کے لیے طاہر سلطانی نے لا تعداد کتابوں کا مطالعہ کیا ہے جہاں سے جو جواہر ریزہ مل گیا اسے حرز جاں بنایا ہے۔ اپنے محدود وسائل اور کم فرصتی کے باوجود ان کا کام لائق تحسین ہے۔ اس نوع کے کسی بھی کام کو حرف آخر نہیں کہا جاسکتا ہے لیکن اب جس مشن کی ابتدا ہوئی ہے اسے پورا کرنے کی وہ کوشش کریں گے۔

الحمد للہ اسی مشن کو سات برس کے بعد کچھ اور آگے بڑھایا ہے ”گلشنِ حمد“ غیر مسلم حمد گو شعراء کا اولین تذکرہ کا حصہ اول ہے حصہ دوم کے لیے خاصا مواد جمع ہو گیا ہے۔ کوشش جاری ہے اب دیکھتے میرے رب کو کیا منظور ہے۔ میرا ایمان ہے کہ رب کی رضا کے بغیر تو انسان ایک قدم بھی آگے نہیں بڑھا سکتا۔

خواجہ حسن نظامی نے کہا تھا کہ حمد روح ادب ہے۔

شکیل عادل زادہ نے لکھا تھا کہ حمد دنیا کا سب سے بڑا موضوع ہے۔

حمد نہ صرف ایک اہم موضوع بلکہ ایسا ایمان افروز موضوع ہے، اس سے ایمان کو قوت و جلالتی ہے۔ اور یہی راہِ نجات بھی ہے۔ راقم الحروف نے ۱۹۹۵ء میں حمد یہ انتخاب ”خزینہ حمد“ مرتب کیا

تھا جسے اہل علم و قلم نے منفرد حمد یہ انتخاب قرار دیا تھا۔ خزینہ حمد کی پذیرائی سے راقم کے حوصلے بلند ہوئے ۲۰۰۴ء شعراء و شاعرات کے حمد یہ کلام پر مبنی اس انتخاب میں، اردو، عربی، فارسی کے علاوہ مختلف زبانوں کا حمد یہ کلام بھی شامل ہے۔ ”خزینہ حمد“ مقدر اور معیار کے حوالے سے اردو ادب میں

منفرد حمد یہ انتخاب ہے۔

”خزینہ حمد“ میں مولانا محمد ولی رازی تحریر کرتے ہیں کہ حمد کوئی نازک صنف ہی نہیں بلکہ بہت مشکل بھی ہے۔ لیکن یہ بھی پروردگار کا احسان ہے کہ اس نے اپنے بندوں کو اپنی تعریف کرنے کے کچھ اصول اور آداب سکھا دیے ہیں اور ان آداب کے ساتھ کی گئی تعریف کو وہ قبول بھی کر لیتے ہیں۔

اب یہ فیصلہ آپ پر چھوڑتا ہوں کہ غیر مسلم شعراء کے حمد یہ کلام کا معیار کیا ہے اور یہ کہ غیر مسلم شعراء نے آداب و اصول کی کتنی پابندی کی ہے۔

چند باتیں اور کرنا چاہتا ہوں لیکن پہلے راقم الحروف اپنی ایک کتاب ”حریم ناز میں صدائے اللہ اکبر“ ۹۹ حمد گو شعرات کے تذکروں اور حمد یہ کلام پر مبنی ہے۔ ”حریم ناز میں صدائے اللہ اکبر“ سے ڈاکٹر ابوسلمان شاہ جہاں پوری اور ابن مختار انصاری کی تحریروں سے اقتباسات پیش کرنا چاہتا ہے ڈاکٹر ابوسلمان شاہ جہاں پوری لکھتے ہیں کہ حمد یہ شاعری ادب کی روح اور نعت اس کا حسن ہے حمد و نعت کے وہ تمام مجموعے اور شاعروں کے وہ تمام تذکرے جو ترتیب پائے ہیں وہ اسی روح اور حسن کی تلاش ہے۔ خواجہ الطاف حسین حالی نے کیا خوب کہا ہے کہ۔

ہے جستجو کہ خوب سے ہے خوب تر کہاں

اب دیکھئے ٹھہرتی ہے جا کر نظر کہاں

”حریم ناز میں صدائے اللہ اکبر“ میں ہی ابن مختار انصاری نے لکھا ہے کہ ادب نواز ہستیاں جانتی ہیں کہ لا بھریریوں کے چکر لگانا کتب کی ورق گردانی تحقیق و جستجو اور پھر اچھا مواد تلاش کر کے پیش کرنا کوئی آسان کام نہیں اور پھر یہ کہ یہ اپنی نوعیت کا پہلا کام ہے۔

اور نقش اول کی اہمیت وہی جانتا ہے جو خود نمایاں کارناموں سے متصف ہو

بقول نواب مرزا خان، داعی دہلوی۔



ہات اک دل میں مرے آتی ہے
گر کہوں تو ابھی لڑائی ہے

میں گلے شکوے کر کے آپ کا اور اپنا وقت ضائع نہیں کرنا چاہتا۔ بلکہ دعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ

ہم سب کو نیک ہدایت دے۔

شوکت علی خاں، فانی بدایونی کا ایک عمدہ شعر یاد آ رہا ہے۔ جو قلب کے تاروں کو چھو کر گزرتا ہے۔

نہ ابتدا کی خبر ہے نہ انتہا معلوم

رہا یہ وہم کہ ہم ہیں سو وہ بھی کیا معلوم

وقت کم ہے کام زیادہ اور زندگی کا کیا بھروسہ سا کب منہ موڑ لے۔

دوستو اس ناتواں قلب میں تمنا کیں اور ارمان بہت ہیں کہ حمدیہ اور نعتیہ ادب کی کچھ خدمت کر لوں

حمد گو شاعرات کا حصہ دوم..... کراچی کے صاحب کتاب نعت گو یان کا تذکرہ (دس صفحے)

پنجاب کے صاحب کتاب نعت گو یان کا تذکرہ

مولانا احمد رضا خاں بریلوی حمد و نعت نمبر۔ علامہ اقبال حمد و نعت نمبر

الحمد للہ یہ سب کام تقریباً ہو چکے ہیں..... بقول شوکت علی خاں فانی بدایونی۔

یارب تری رحمت سے مایوس نہیں فانی

لیکن تری رحمت کی تاخیر کو کیا کہئے

بخدا راقم اللہ کی رحمت سے کبھی مایوس ہوا ہے اور نہ کبھی ہوگا۔

بہر کیف اس راہ میں بڑی ٹھوکریں کھائیں۔ پڑھے لکھے جاہلوں سے ملاقاتیں ہوئیں جن کا ادب

سے دور کا واسطہ بھی نہیں۔ اہلیس کے چیلوں، مٹکاروں اور منافقوں سے واسطہ بھی پڑا۔ کچھ

دشواریاں بھی آئیں مگر ہمت نہ ہارا۔ صبر کیا، اپنے حقیقی مولا سے مدد مانگی اور پھر یوں ہوا کہ رب

کائنات کے کرم اور سرور انبیاء آنحضرت ﷺ کے طفیل ایسا کرم ہوا کہ انسانوں کی شکل میں فرشتے

بھی ملتے رہے جو مجھے حوصلہ دیتے رہے۔

میں قلب کی گہرائیوں سے ان نیک انسانوں کے لیے دعا گو رہتا ہوں۔

ان فرشتہ نما انسانوں کے نام ظاہر کر کے ان کے اجر کو کم نہیں کرنا چاہتا

میرا ایمان ہے کہ نیکی کا اجر انہیں آخرت میں ضرور ملے گا..... انشاء اللہ

اللہ رب العزت سے دعا گو ہوں کہ اللہ کریم راقم الحروف کی سعی کو قبول فرما کر میرے والدین، اہل

خانہ، عزیز واقارب، کل مسلمین و مسلمات بالخصوص فروغِ حمد کے اس مبارک مشن میں پر خلوص

معاونت کرنے والے عظیم انسانوں کی روز محشر اپنے پیارے حبیب آنحضرت ﷺ کے طفیل

مغفرت فرمائے (آمین)

طاہر سلطانی

38126 بی ون ایریا لیاقت آباد کراچی 75900

فون : 4922701

موبائل : 0300-2831089

☆☆☆☆☆

گلشنِ حمد اور طاہر سلطانی

شبیر احمد انصاری

اس عالم رنگ و بو میں فکر رکھنے والا ہر انسان کچھ نہ کچھ کرنا چاہتا ہے وہ کچھ نہ کچھ محسوسات رکھتا ہے یہ الگ بات ہے کہ اس کی ترجیحات کس درجہ افضل اور فائق ٹھہرتی ہیں اس کے اظہار کے زاویے کس طور پر صالح اور احسن ہوتے ہیں۔

طاہر سلطانی کی سوچوں میں جواشہاک اور کاموں میں جو پاکیزگی ہے اس میں جاودانی کی تاثیر بدرجہ اتم موجود ہے۔

یہ ترویجِ حمد و نعت کا دور ہے اور اس میں رنگ بھرنے والوں میں ایک وقیع نام طاہر سلطانی کا بھی ہے۔ اردو حمد کے حوالے سے ان کا نام اور کام ہمیشہ نمایاں رہے گا۔

میں یہ محسوس کرتا ہوں کہ عہدِ آئندہ میں اسلامی ادب کا تحقیق نگار طاہر سلطانی کے نام اور کام سے صرف نظر نہ کر سکے گا۔ ان کی فکرِ رسا اور سعیِ بلیغ نے زیر نظر کتاب ”گلشنِ حمد“ میں حمد کے انتہائی خوش نما پھول کھلائے ہیں۔ ”گلشنِ حمد“ غیر مسلم شعراء کا اولین تذکرہ ہے۔

طاہر سلطانی کی زندگی کا مقصد و محور دوست احباب سے تعلق اور اس شہر بے وفا میں وفا داریاں تلاش کرنا ہے اور یہ سب کچھ ترویجِ حمد و نعت کے حوالے سے ہے۔

شبیر احمد انصاری

بانی: حرافاؤنڈیشن پاکستان

☆☆☆☆☆



غیر مسلم حمد گو شعراء کا تذکرہ و حمدیہ کلام
اولین تذکرہ
(حصہ اول)



آزاد، جگن ناتھ

(۱۹۱۸ء.....۲۰۰۴ء)

جگن ناتھ نام، آزاد تخلص، اردو کے معروف اور مستند استاد سخن تلوک چند محروم کے فرزند تھے۔ پاکستان کے مقام عیسیٰ خیل ضلع میانوالی میں پیدا ہوئے۔ والد کے زیر سایہ تعلیم و تربیت حاصل کی پنجاب یونیورسٹی لاہور سے فارسی میں ایم، اے کیا۔ یونیورسٹی لاہور کے نامور اساتذہ کی صحبت سے فیض پایا۔ اردو اور فارسی کے پرگو شاعر ہیں۔ وسیع القلب اور وسیع المشرب ہیں۔ اسلام، حضور نبی پاک اور اقبال سے خصوصی لگاؤ رکھتے تھے۔ نعت گوئی میں ان کا جواب نہیں ان کی نعتوں کے تراجم عالمی زبانوں میں ہو چکے ہیں۔ ڈاکٹر حمید اللہ نے بھی ان کا فرانسیسی میں ترجمہ کر کے ایک مجموعہ شائع کیا ہے۔ کلام اقبال کے مداح تھے اور اقبالیات پر سند کا درجہ رکھتے تھے۔ انجمن ترقی اردو کے صدر بھی رہ چکے تھے۔ ان کے کلام کے متعدد مجموعے شائع ہو چکے ہیں۔ ان کی شخصیت و فن اور فکر کے بارے میں کئی کتابیں لکھی گئی ہیں اور رسائل کے خاص نمبر چھپ چکے ہیں۔ ان کا حمد یہ کلام بھی رسائل و جرائد کی اس حقیقت کا اظہار ہے کہ زیست میں سرور رب کا کرم روح کی گہرائی میں روشنی بھی اس کا کرم ہے۔

ماخذ:- ”اذانِ دیر“ ص ۱۷۰



فقط حجاب ہیں نظروں میں اور کچھ بھی نہیں
یہ مہر و مہ یہ ستارے یہ آسماں یہ زمیں



خالق کون و مکاں مالک غیب و حضور
میری مئے زیت میں تیرے کرم سے سرور
روح کی گہرائی میں فیض ترا دور دور
عالم تاریک میں تیری تجلی سے نور
تجھ سے ہے سینہ مرا مشعل کہسار طور
تجھ سے گریباں مرا مطلع صبح نشور

آزاد جگن ناتھ

اختر، پنڈت ہری چند

(۱۹۰۰ء.....۱۹۵۸ء)

پنڈت ہری چند اختر صاحب طرز شاعر تھے۔ ان کا نعتیہ کلام بہت مقبول ہوا بالخصوص ان کی ایک نعت۔

کس نے قطروں کو ملایا اور دریا کر دیا

کس نے ذروں کو اٹھایا اور صحرا کر دیا

ہری چند اختر کی یہ نعت ۷۰ء کی دہائی میں مجھے از بر تھی یہ نعت میں اکثر اپنے محلے کی

”جامع مسجد غوثیہ“ میں بھی پڑھتا رہا ہوں۔ نور احمد میرٹھی نے اپنے تذکرے میں مالک رام

اور جو ہر دیوبندی کے حوالے سے ہری چند کا سن پیدائش ۱۹۰۰ء اور ۱۹۱۱ء لکھا ہے جبکہ شیخ محمد

اسماعیل پانی پنی نے ۱۸۹۳ء تحریر لیا طالب صدیقی نے اپنے تذکرے میں ۱۹۰۱ء لکھا

ہے۔ ان تمام تذکرہ نگاروں میں مالک رام کا مقام مسلم ہے لہذا ہم نے ہری چند اختر کا سن

پیدائش ۱۹۰۰ء ہی تحریر کیا ہے۔ ہری چند اختر ابتدائی عمر ہوشیار پور پنجاب میں گزارنے کے

بعد، لاہور آگئے یہیں تعلیم حاصل کی، ادب میں ایم اے اور فارسی ادبیات میں منشی فاضل کی

اسناد حاصل کیں۔ صحافت سے وابستگی بھی رہی بعد میں گورنمنٹ

کی نوکری کر لی۔ اختر کا مجموعہ کلام ”کفر و ایماں“ ۱۹۶۰ء میں شائع ہوا۔ استعارے، کنائے

تشبیہات کے باوجود ان کی شاعری سہل معلوم ہوتی ہے کہ یہی وہ راستہ ہے جس پر چل کر ہم

اپنے خیالات و احساسات کا ابلاغ کر سکتے ہیں۔ اختر کے شعر میں حمد و نعت کا امتزاج

دیکھیے۔

زندہ ہو جاتے ہیں جو مرتے ہیں ان کے نام پر

اللہ اللہ موت کو کس نے مسیحا کر دیا

ماخذ:- اردو کے قابل ذکر ہندو شعراء، ص ۲۱۶۔ اردو کی نعتیہ شاعری، ص ۱۴۴

اوج بریلوی

(۱۸۲۲ء.....۱۸۹۲ء)

اوج بریلوی آتش لکھنوی کے شاگرد تھے۔ عربی اور فارسی کے عالم تھے کہتے ہیں شاخ پر جس قدر پھل آتا ہے وہ اتنا ہی جھکتی جاتی ہے۔ اوج کا بھی یہی عالم تھا کہ عاجزی انکساری کا مجسمہ نظر آتے تھے۔ آجکل تو اِلا ماشاء اللہ جتنا زیادہ علم یا کوئی بڑی پوسٹ حاصل ہوئی، غرور و تکبر ہم پر غالب آجاتا ہے۔ نام نہاد اہل علم کی ادب کے نام پر وہ بے ادبی دیکھنے میں آتی ہے کہ انسان سوچنے پر مجبور ہو جاتا ہے کہ ان سے بہتر تو وہ لوگ ہیں جو ان پڑھ ہیں۔ اللہ رب العزت ہمیں ہدایت عطا فرمائے آمین اپنے استاد آتش سے فارغ الاصلاح ہونے کے بعد استادی کے درجے پر فائز ہوئے۔ مشاعروں میں شرکت کرتے۔ طالب صدیقی لکھتے ہیں کہ ”وہ شگفتگی جو آتش کے کلام کا حصہ ہے۔ اوج کے کلام میں نظر نہیں آتی“۔ مشکل الفاظ علمی اصطلاحات صنائع و بدائع تلمیحات ان کے کلام کی خصوصیات ہیں، لکھنوی طرز اور خارجیت جس سے آتش نے انحراف کیا۔ حیرت کی بات ہے کہ وہ ان کے شاگرد اوج کے کلام کا حصہ ہے۔ پھر بھی ان کا کلام مطالعہ کی چیز ہے۔ اوج نے حمد بھی کہی، وہ اللہ پاک سے مخاطب ہو کر کہہ رہے کہ، اے اللہ میں تھے سب سے الگ اور جدا دیکھ رہا ہوں، مجھ کو تو بتوں میں بھی نظر آ رہا ہے۔

نمونہ کلام۔

میں سب سے الگ اور جدا دیکھتا ہوں
بتوں میں بھی نورِ خدا دیکھتا ہوں
کوئی خاک سمجھے کوئی خاک جانے
میں کیا دیکھتا ہوں میں کیا ڈھونڈتا ہوں

ماخذ:- اردو کے قابل ذکر ہندو شعراء،، ص ۸۵-۸۷

باقی، گروہاری لال

(۱۸۹۲ء.....۱۹۶۶ء)

گروہاری لال نام، باقی تخلص، محبوب نواز و نعت خطاب، والد رائے نربری پرشاد، حیدرآباد دکن سے تعلق تھا وہیں پیدا ہوئے اور مسلمانوں کی طرح تعلیم و تربیت حاصل کر کے اسلامی ثقافت کے سانچے میں ڈھل گئے۔ محمد علی عاشق سے فارسی پڑھی اور فارسی کلام کی انہیں سے اصلاح لی۔ اردو شاعری میں حضرت فیض سے مشورہ کیا حیدرآباد کے شعبہ افواج کے بڑے عہدوں پر مامور رہے اور نیک نامی سے فرائض منصبی ادا کئے۔ صاحب دولت و ثروت تھے۔ عوام کی فلاح و بہبود اور ضرورت مندوں کی حاجت روائی ان کے شعائر تھے۔ اسلامی بزرگان دین سے عقیدت رکھتے تھے اور ان کی نذر و نیاز کا اہتمام کرتے تھے۔ رمضان میں وسیع پیمانے پر روزہ کشائی کا بندوبست کرتے تھے۔ باقی کی کثیر تعداد میں فارسی اور اردو تصانیف میں ان کی تعداد ۳ بتائی جاتی ہے۔ فارسی تصانیف میں پیرایہ عروض، یادگار باقی، متصا فر باقی، بہار عالم، مثنوی صانع بدائع، پرنس نامہ، جہدیات باقی، ضرب الامثال، مکتوبات منظوم، زمزمہ بیتی، بھاگوت شریف، رامائن مسیحا، رباعیات بابرکات، رباعیات مناجات و جہت، باقی نامہ، بارزاق، مثنوی شمع و نور، مشقات باقی مشہور ہیں اردو میں ان کا دیوان بقائے باقی کے نام سے شائع ہوا ان کے علاوہ درو باقی درو ساقی اور خواجہ میر درد کی فارسی رباعیات کا اردو ترجمہ ان کی ادبی کاوشیں ہیں۔ باقی کے کلام میں فصاحت و بلاغت موجود ہے۔

ماخذ: "اذان دیر" ص ۱۷۱



اے مہر یہ سب ہے نور تیرا
ہر ذرہ میں ہے ظہور تیرا
ایمن ہے ہر ایک دشت تجھ سے
ہر سنگ ہے کوہ طور تیرا
آزاد کو بند ہے تعلق
پہنے نہ لباس عور تیرا
آرام ہزار ہوں جہاں میں
پر درد ہے یاں ضرور تیرا
انسان خالی ہے تو خطا پوش
کیا فضل ہے یا غفور تیرا
ان کی شہ رگ سے تو قریں ہے
دیتے ہیں پتا جو دور تیرا
اپنے سے جدا خدا کو سمجھو
یہ باقی دیکھ شعور تیرا

راجہ گردھاری پرشاد باقی

برق، بھگوان داس

(پیدائش.....۱۹۸۱ء)

اکثر غیر مسلم شعراء کا احمدیہ و نعتیہ شاعری پڑھ کر یقین نہیں آتا کہ یہ غیر مسلم شعرا کا کلام ہے۔ برق بھگوان داس بھی انہیں شعراء میں شامل ہیں۔ جن کا کلام پڑھ کر مسلمان ہونے کا شبہ ہوتا ہے۔ برق کے حمدیہ و نعتیہ کلام میں عقیدت و محبت کی سرشاری نمایاں ہے۔ نور احمد میرٹھی لکھتے ہیں کہ، برق بھگوان داس ضلع جھنگ پاکستان میں ۱۹۸۱ء کو پیدا ہوئے درس و تدریس کو معاش و خدمت بنایا زمانہ طالب علمی سے ہی شاعر کا شوق رہا۔ مولوی اللہ دین مظفر کے شاگرد تھے۔ اکثر رسائل و جرائد میں آپ کا کلام اہتمام سے شائع ہوتا رہا۔ شعری مجموعہ، معمار مجموعہ "معمار قوم" کے نام سے منظر عام پر آچکا ہے۔

نمونہ کلام

جب میرے اللہ نے دیکھا کہ ہر انسان اب
موت کا اپنی لگا کرنے ہے سب سامان اب
تب خدائے پاک نے بھیجا رسول اللہ کو
تاکہ وہ پیغام دیں، جو ہیں قبول اللہ کو
ہو گئیں دنیا میں جتنی ظلمتیں تھی دور سب
ہو گئی دنیا خدا کے نور سے پر نور سب
برق پیغام خدا لے کر پیبر آگیا
ہم ترستے تھے خدا کو اس کا دلبر آگیا

ماخذ:- بہر زماں بہر زباں، ص ۱۶۹-۱۷۰

برق، بابو جوالا پرشاد

(پیدائش.....۱۸۶۳ء)

سیتا پور میں پیدا ہونے والے، بابو جوالا پرشاد برق، اعلیٰ تعلیم حاصل کر کے معزز منصب پر رونق افروز ہوئے۔ قابل رشک ذہانت کے مالک تھے۔ انسانیت کی اقداروں کا پاس رکھتے تھے۔ عزیز واقارب اور چھوٹے بڑے سب خلوص و محبت سے ملتے تھے۔ انہوں نے لکھنؤ کو اپنا مسکن بنا لیا تھا۔ طالب صدیقی نے لکھا ہے کہ وہ لکھنؤ کی تہذیب و معاشرت کا اعلیٰ نمونہ اور مثال تھے۔ علم ان کے خاندان کی میراث تھی اس علمی ماحول نے ان کی طبیعت شاعری کی جانب راغب کر دی۔ غزل، نظم، مثنوی، انگریزی کتابوں کے ترجمے بھی شائع ہوئے اور وہ دیکھتے ہی دیکھتے آسمان علم و ادب پر جگمگانے لگے۔ اس زمانہ کے مشہور اخبار ”اودھ پنچ“ میں ان کی فکری کاوشیں شائع ہو کر مقبول ہونے لگیں۔ اس زمانے کے ”اودھ پنچ“ کے لکھنے والوں میں۔ اکبر الہ آبادی، منشی سجاد حسین، تر بھون ناتھ بجر، رتن ناتھ سرشار اور بابو جوالا پرشاد برق بہت مقبول و مشہور ہیں،، برق کی ”مثنوی بہار“ کے متعلق سر سید احمد خان نے فرمایا کہ، مناظر قدرت اور فطری رعنائیوں کی سچی تصویر دیکھنی ہو تو بابو جوالا پرشاد برق کی ”مثنوی بہار“ کا مطالعہ کیجئے اس سے اچھی مثنوی اور مناظر نگاری میرے خیال میں اردو شاعری میں متقدمین سے لے کر اب تک کہیں نہ ملے گی۔ برق کی ”مثنوی بہار“ سے ہم نے چند حمدیہ اشعار چنے ہیں جو آپ کی خدمت میں پیش کر رہے ہیں۔

ماخذ:- ”اردو زبان کے قابل ذکر ہندو شعرا“

ص ۱۲۲-۱۳۱-۱۳۲-۱۳۳



او آنکھوں کو نور دینے والے
او دل کو سرور دینے والے
کہساروں پہ تو ہی ڈھڈھایا
گلزاروں میں تو ہی لہلہایا
ساری خلقت ہری ہے تجھ سے
ہر چیز ہری بھری ہے تجھ سے
اللہ رے نمو کی کار سازی
بخشنی گلشن کو روح تازی
یارب برساوے ابر رحمت
لگ جائے ٹھکانے اس کی محنت
نیت میں ہو پھل جناب باری
محنت ہو سچائی جناب باری
ٹھنڈے جھونکے چلیں خدایا
شاخیں پھولیں پھلیں خدایا
ہاں جوشِ نمو بڑھے الہی
یہ بیل منڈھے چڑھے الہی

(برق، بابو جوالا پرشاد)

برق دہلوی، مہاراجہ بہادر

برق دہلوی ایٹھ سے دہلی آکر آباد ہو گئے تھے۔ حصول علم کے لیے بڑی محنت کی اور کامیابی حاصل کی، آغا شاعر قزلباش کے حلقہ تلامذہ میں شامل تھے۔ طالب صدیق نے تحریر کیا ہے کہ برق کے دادا نرائن داس، عبرت تخلص کرتے تھے۔ برق دہلوی نظم جدید کے بانوں میں شمار کیے جاتے تھے۔ نظم میں نئے خیالات اور نیا طرز اظہار متعارف کرانے میں انہوں نے اہم کردار ادا کیا۔ برق کے کلام میں پرتا شیر اور موثر اشعار کی کمی نہیں۔

چشم کم میں واقف نیرنگی فطرت نہیں
ایک جلوے کی فراوانی ہے یہ کثرت نہیں
ذرہ ذرہ جلوۂ توحید سے معمور ہے
کون سا شیشہ ہے جس میں بادۂ وحدت نہیں

ماخذ: اردو زبان کے قابل ذکر ہندو شعراء، ص ۱۲۳-۱۲۶



یہ دنیا کیا ہے جلوہ گاہ حسن لایزالی ہے
یہ نور ذات کا پرتو ہے تصویر جمالی ہے
وہی ذات احد روح رواں ہے ہر دو عالم کی
ضیا ہے ذرے ذرے میں اسی نور مجسم کی
جو کثرت رونما ہے درحقیقت عین وحدت ہے
جو فطرت آفریں ہے ایک لافانی حقیقت ہے



نظارہ گرم ان جلوں کی آب و تاب میں ہے
ترا جمال ہے بے پروہ یا حجاب میں ہے
ضیا ہے چار طرف حسن خود نقاب میں ہے
یہ شان جلوہ نمائی بھی کس حساب میں ہے

(برق دہلوی، مہاراجہ بہادر)

پریم سکھ شاد

پریم سکھ شاد کا ذکر پروفیسر شفقت رضوی نے اپنی کتاب میں کیا ہے اور ان کا ایک شعر بھی نقل کیا ہے۔ اور ان کے دیوان کا سن اشاعت بھی۔

قم کہنے سے مردہ کو جلایا

عیسیٰ کو وہ معجزہ دکھلایا

شاد کا ”دیوان“ ۱۸۹۳ء میں شائع ہوا۔

کریم بخش خطائیں کہ منفعیل ہے شاد

گنہگار ترا اب ترے حضور آیا

ماخذ:۔ ارو میں حمد گوئی، ص ۷۳

اذان دیر، ص ۲۹-۱۴۲-۱۶۰



اے سرمہ فروش چشم بینش
وے موسیٰؑ طور آفرینش
اے باعث آین و آن عالم
وے حاکم انس و جان عالم
اے شمع فروز انجمن ہا
رونق وہ محفل چمن ہا
اے واقف راز جسم و جاں ہا
وے گلشن بلبلیاں ہا
اے شاہ سریر کبریائی
بخشنده تاج بادشاہی
اے لعل فروز در دل سنگ
وے رنگ نمائے چرخ نیرنگ

اے رہ نور چراغ فطرت
 روشن کن دیدہ بصیرت
 کرتا ہے تو زیر سرکشی کو
 خاکی سے ہزار آتشی کو
 واہب ہے تو اور علیم و حاضر
 قادر ہے تو اور حکیم و ناظر
 خالق ہے تو اور کبیر تو ہے
 رازق ہے تو اور لذیر تو ہے
 جبار ہے تو کریم تو ہے
 قہار ہے تو رحیم تو ہے
 منعم ہے تو اور نعیم تو ہے
 سالم ہے تو اور سلیم تو ہے
 اعانت میں تو نعیم میں تو
 رفرق میں تو اور تجیم میں تو
 بے چوں ہے تو اور بے چرا تو
 بے مثل و عدیل اے خدا تو

بلبل ترے عشق میں ہے ۱۱۱۱
 اور گل ہے ہمیشہ پاک دامان
 ہے تیرا ہی رنگ آب و گل میں
 ہے تیرا ہی رنگ رنگ مل میں
 ہر جام میں اور مئے میں تو ہے
 ہر نام میں اور شے میں تو ہے
 ہے تجھ سے ہی پاپ زلف سنبل
 حسن گل و عاشقی بلبل
 غنچہ میں تو اور صبا میں تو ہے
 ہر رنگ میں اور ہوا میں تو ہے
 قمری ہے الم میں تیرے ہی شاد
 ہے تیرا ہی بندہ سر و آزاد
 قرآن میں اور پران میں تو
 مانند الف ہے جان میں تو
 تجھ ہی سے ہے کعبہ اور کلیسا
 ہے تجھ سے ذاتِ خلیل و عیسیٰ

ہے شعلہ میں تو شرار میں تو
 ہر نور میں تو ہے نار میں تو
 ہر شے میں غرض تو ہی عیاں ہے
 ہر شے میں تو ہی ہے گو نہاں ہے
 صحرا بھی ہے تجھ سے اور گلستاں
 ہر چیز سے تو ہی ہے نمایاں
 انسان و درند اور پرندے
 فرمان کے ہیں سارے تیرے بندے
 تو رزق رسان انس و جاں ہے
 تجھ سا کوئی دوسرا کہاں ہے
 تو عجز و نیاز سے مبرا
 تو حرص اور آرز سے معرا
 موسیٰ ہے کہیں کہیں تو ہے طور
 ہے دار کہیں کہیں ہے منصور
 یوسف ہے کہیں کہیں تو یعقوب
 طالب ہے کہیں کہیں تو مطلوب

دشمن کو کرے تو دم میں فی النار
اور دوست پر اپنے نار گلزار
نا قوس و جرس میں شور تیرا
آواز ازاں میں زور تیرا
ہم سے تری حمد کب بیاں ہو
ہر موئے بدن بھی گو زباں ہو

پریم، سکھ شاہ

تمیز رامپوری، رام دیال

(۱۲۳۳ھ.....۱۲۹۳ھ)

مرزا آدم خاں داغ سے فیض تلمذ حاصل کرنے والے رام دیال تمیز رام پوری نے ۱۲۳۲ھ میں رام پور کے محلے گوجراں میں آنکھ کھولی۔ علامہ اقبال نے کہا تھا کہ ”نگاہ مرد ہومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں“ کچھ ایسا ہی تمیز کے ساتھ بھی ہوا وہ بیمار ہوا تو لوگ اسے رام پور کے ایک بزرگ میاں احمد علی شاہ کے پاس لے گئے۔ بزرگ کی ایک نظر نے تمیز کی تقدیر بدل دی، تمیز بزرگ کی صورت دیکھتے ہی مسلمان ہو گیا۔ بقول شاہ عزیز الکلام۔ تمیز ہمہ وقت ذکر و افکار میں مشغول رہتا۔ اپنے پیرو مرشد کی خدمت اور ان کے حکم کی پیروی کے سوا کسی دوسرے کام سے مرو کار نہ تھا۔ تمیز ایک جگہ کہتا ہے کہ۔

تمیز اب ہو گیا یکساں ہمارا ظاہر و باطن

سیاہی دل کے اندر تن پہ بھی پوشاک کالی ہے

غلام احمد، تمیز رامپوری کوچ و زیارت حرمین شریفین کا شوق پیدا ہوا مگر ذرا ہوا مفقود تھا لہذا ریاست حیدرآباد جا کر محکمہ مال میں ملازمت کر لی جب حج کے لیے اخراجات جمع ہو گئے تو حج کی سعادت سے مشرف ہوا۔

غلام احمد، تمیز رامپوری کا انتقال جمادی الآخر ۱۲۹۳ھ میں ہوا۔ نمونہ کلام۔

ناز تقدیر پہ ہو کیوں نہ خدایا مجھ کو

کہ محمد ﷺ نے مدینے میں بلایا مجھ کو

تھک دستی کی چلی پیش نہ کچھ ضعف کا زور

پر لگا کر مرے مولا نے اڑایا مجھ کو

ماخذ: اردو کے امی شعراء، ص ۷۷-۷۸

جذب، پنڈت را کھوندر راؤ

(۱۸۹۴ء.....۱۹۷۳ء)

پنڈت رام راؤ کے گھر میں ۱۸۹۴ء کو پیدا ہوئے۔ تعلیم حاصل کرنے کے بعد وکالت کے پیشے سے وابستہ ہو گئے سات زبانوں پر عبور تھا۔ آندھرا اردو مجلس نے انہیں خیام آندھرا کا خطاب دیا۔ آٹھ کتابیں منظر عام پر آئیں۔ ۲۸ ستمبر ۱۹۷۳ء کو دنیائے فانی سے رخصت ہوئے۔ جذب نے بھی اللہ رب العزت کے حضور حمد کا نذرانہ عقیدت پیش کیا ہے۔ جذب کا پیغام ہے کہ اللہ کو صدق و خلوص کے سجدے پسند ہیں۔ رب کائنات ریا کاری کو پسند نہیں کرتا ہے۔ جذب کی زبان و بیان دلکش و پرتاثر ہے۔



کر صدق و خلوص سے خدا کو سجدہ
ہے شرک ، ہوس کو یا ہوا کو سجدہ
جذب اس سے زمین کو زلزلہ آتا ہے
کرتا ہے زمین پر جو ریا کو سجدہ

راگھونیدراؤ جذب

جوشِ ملیسیانی، لہوِ رام

(۱۸۸۲ء.....)

داغ دہلوی کے تلامذہ میں شامل تھے جوشِ ملیسیانی ۱۹۸۲ء کو پیدا ہوئے انتہائی ذہین تھے۔ فارسی اور اردو کے امتحانات میں پورے صوبے میں اول آئے۔ درس و تدریس سے وابستہ رہے کم عمر ہی سے شاعری کی جانب رجحان تھا۔ جوش کے درمجموعے ”بادۂ سر جوش“ جنون و ہوش، شائع ہوئے ان کے کلام میں زندگی کے اتار چڑھاؤ، انسانیت کے پیچ و خم کے ساتھ ساتھ ان کے روایتی آہنگ اور تجسر علمی کا اہل قلم نے اعتراف کیا ہے۔ جوش نے کلامِ غالب کی شرح لکھی ہے۔ جو ان کی بلند فکر کا پتہ دیتی ہے۔ ان کے علاوہ جوش نے حمد و نعت بھی کہی ہیں۔ غیر مسلم شعراء کے حمد یہ کلام اور کوائف پر مشتمل حمد یہ انتخاب ”اذانِ دیر“ کو مرتب کر کے راقم الحروف نے ۱۹۹۶ء میں کراچی سے شائع کیا اس کے صفحہ نمبر ۶۱ پر جوشِ ملیسیانی کی حمد موجود ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ اللہ کے سوا ہر شے فانی ہے۔ اللہ کی ذات عیاں بھی ہے اور نہاں بھی ہے۔ وہ ایک ایسا نشان ہے کہ ہر ایک نشاں اس میں گم ہے۔

ماخذ:- اردو کے قابل ذکر ہندو شعراء،، ص ۱۸۳ - اذانِ دیر،، ص ۶۱



یارب تری ہی ذات سراپا حیات ہے
فانی ہے ذرہ ذرہ مگر جاوداں ہے تو
حسنِ شہود و غیب کے پردوں میں بند ہے
اتنا عیاں ہے تو کہ سراسر نہاں ہے تو
تیرا وجود معنی اسرارِ کائنات
رنگِ مجاز میں بھی حقیقت نشاں ہے تو
وردِ زباں اگر چہ ہیں تیرے ہزار نام
حاصل یہ ہے کہ خالق ہر انس و جان ہے تو
تیرے کرم نے سب کو مکرم بنا دیا
احسان مجھ پہ کر دے بڑا ذوالمنان ہے تو
مجھ سے کنارہ کش نہ رہے ساحلِ نجات
ہاں ناخدائے کشتی عمرِ رواں ہے تو

(جوشِ ملیحانی، لیسہ روم)

جوہر، جواہر سنگھ

(۱۸۲۳ء.....۱۸۸۰ء)

جواہر سنگھ جوہر منشی بختیار سنگھ کے گھر لکھنؤ میں پیدا ہوئے خواجہ وزیر اور گل محمد ناطق کو اپنا کلام دکھاتے تھے۔ ”طالب صدیقی“، مولف، اردو زبان کے قابل ذکر ہندو شعراء، میں رقمطراز ہیں کہ جوہر کی پیدائش کے متعلق کسی بھی تذکرہ نگار نے وثوق سے کچھ نہیں لکھا قیاس کیا جاتا ہے کہ ۱۸۲۳ء کے لگ بھگ پیدا ہوئے۔ جوہر کے والد عربی و فارسی کے بڑے عالم تھے۔ راقم تخلق کرتے تھے۔ جوہر ایک جوہر قابل کی حیثیت سے شہرت و ناموری کے بام عروج تک پہنچے جو فارسی کے قبحر عالم تھے۔ اودھ کی سلطنت کا شیرازہ بکھرنے کے بعد آپ کی قابلیت و شہر کی وجہ سے وائٹی بلرام پور نے آپ کو اپنے پاس بلا لیا تھا۔ بلرام پور کے راجہ آپ کی بڑی عزت کرتے اور بے انتہا عنایات آپ کی ذات اور خاندان پر فرماتے۔ طالب صدیقی نے جوہر کے بائیس اشعار نقل کیے ہیں ان اشعار کو پڑھتا رہا اور اس پختہ کار قادر الکلام شاعر کے کلام پر غالب کا گمان ہوتا رہا۔ جوہر نے بھی حمد و نعت میں عقیدت و محبت کے پھول کھلائے ہیں۔ یقیناً ان کی عقیدت و محبت کی خوشبو اردو و حمدیہ ادب کو مہکاتی رہے گی۔

ماخذ:- اردو زبان کے قابل ذکر ہندو شعراء، ص ۸۸-۹۰



نہ کوئی رہا ہے نہ کوئی رہے گا
فقط ایک نام نکوئی رہے گا
☆☆☆

گر نہ ہو حاصل کسی سے مدعا، بے دل نہ ہو
آدمی کو رب اعلیٰ پر توکل چاہیے
☆☆☆

کس کو ہے اس کے فروغ، شمع وحدت کی نظر
ایک موسیٰ ہی تھا، پروانہ تجلی گاہ کا
☆☆☆

الہی موت بہت ہے جہاں میں نامرادی سے
مراد دل نہ ہو حاصل تو پھر کیا خاک جینا ہے
☆☆☆

عاقبت میں ڈر نہیں مطلق مجھے اعمال کا
کیس خطائیں ساری میں نے تجھ کو رحماں دیکھ کر

جوہر، جوہر سنگھ

جوہر، مادھورام

(۱۸۲۰ء.....۱۸۹۶ء)

میٹر شکوہ آبادی کے حلقہ تلامذہ میں شامل جوہر مادھورام فرخ آباد کے کھاتے پیتے گھرانے میں ۱۸۲۰ء و پیدا ہوئے تمام اصناف میں طبع آزمائی کی غزل سے خصوصی لگاؤ تھا یہی وجہ ہے کہ انہوں نے اپنے دور میں بڑا نام پیدا کیا۔ ان کے کچھ اشعار آج بھی زبان زدِ عام ہیں۔ ان کی شاعری میں کہیں کہیں حمدیہ و نعتیہ رنگ بھی نظر آتا ہے۔ ۷۲ برس کی عمر میں دنیا کو خیر باد کہا۔

ماخذ:- اردو کے قابل ذکر ہندو شعراء، ص ۴۲-۴۳

اذان دیر، ص ۶۲



اخترِ اقبال جب چکا کیا سجدہ تجھے
عرش کا تارا ہے ہر ذرہ تری درگاہ کا
تو جو کاہید کو غالب اہل رفعت پر کرے
پیش دے کوہ گراں کو بوجھ برگ کاہ کا
ہیں تری درگاہ میں ہمدوش فقر و سلطنت
مرتبہ یکساں نظر آیا گدا و شاہ کا

مادھورام جوہر

جہاں، بنی نرائن

”اردو زبان کے قابل ذکر ہندو شعراء“ میں طالب صدیقی رقمطراز ہیں کہ بنی نرائن جہاں کی تاریخ پیدائش و وفات کسی تذکرہ نگار نے تحریر نہیں کی ہے۔ کچھ تذکرہ نگاروں کا خیال ہے کہ وہ لاہور میں پیدا ہوئے اور وہیں ان کی تعلیم و پرورش ہوئی۔ ڈاکٹر عندلیب شادانی نے ان کے اشعار کے حوالے سے ان کا وطن دہلی کو قرار دیا ہے۔ رام گوپال وید نے اپنے حقیقی مقالے میں بنی نرائن کے علم و فضل اور قدرت شعر گوئی کا اعتراف کیا ہے۔ بنی نرائن جہاں کی تالیف ”دیوان جہاں“ کا سن تصنیف ۱۸۱۲ء ہے۔ دیگر شعراء کی طرح بنی نرائن جہاں کی شاعری کا آغاز حمد و نعت سے ہوا ہے۔

نمونہ کلام

کر آغاز حمد خدا سے
پھر اس کے بعد نعتِ مصطفیٰ ﷺ سے

ماخذ: اردو کے قابل ذکر ہندو شعراء، ص ۷۵-۷۶

چکبست، پنڈت برج نرائن

(۱۸۲۶ء.....۱۹۲۶ء)

فیض آباد میں پیدا ہوئے، چند برس بعد آپ والدین کے ہمراہ لکھنؤ آ گئے۔ ۱۹۰۵ء میں کنگ کالج لکھنؤ سے بی اے کیا ۱۹۰۸ء میں ایل ایل بی کی ڈگری حاصل کی۔ لکھنؤ کے ممتاز وکیلوں میں شمار ہوتا تھا۔ لڈ برس کی عمرے شعر و سخن کا شوق تھا آتش، غالب، اور میر انیس سے متاثر تھے۔ آپ کی غزل پر آتش اور مسدس پر میر انیس کی تقلید کے آثار نمایاں تھے۔ آپ کا مجموعہ کلام ”صبح وطن“ انڈین پریس الہ آباد نے شائع کیا جس میں نظم، غزل اور مسدس پر طبع آزمائی کی گئی ہے۔

صغیر احمد جان نے تحریر کیا ہے۔ چکبست کی زبان لکھنؤ کی نکسالی زبان ہے۔ سلاست، چستی، بندش اور حسن ترکیب آپ کی خصوصیات زبان ہیں۔ چکبست کی شاعری میں ذکر خدا بھی ملتا ہے۔ انہیں خدا کے جلوے چار سو پھیلے ہوئے نظر آتے ہیں۔ ان کی نظر طور پر پہنچ جاتی ہے۔ تو کہیں وہ کسی مشکل کو حل کرانے کے لیے بارگاہ خداوندی میں مناجات کرتے ہوئے نظر آتے ہیں اس نابغہ روزگار شخصیت کا انتقال ۱۹۲۶ء میں ہوا۔ نمونہ کلام۔

تپش شوق کو موسیٰ کی نظر ہے درکار

ورنہ دنیا میں تجلی نہیں یا طور نہیں

ماخذ:- تاریخ زبان و ادب اردو، ص ۲۲۳

اردو زبان کے قابل ذرہند و شعراء، ص ۱۱۱-۱۱۲-۱۱۳

اذان دیر، ص ۳۱

دروغ، داموورداس

داموورداس نام، دروغ تخلص، کانپور کے رہنے والے تھے سلسلہ ملازمت میں جبل پور میں بھی رہے۔ صاحب دیران شاعر ہیں۔ بابو مدن لال نے ان کا دیوان مطبع انتظامی کانپور میں چھپوا کر شائع کیا تھا۔ ان کا مسلک صلح کل تھا۔ مذہبی تفریق کے قائل نہ تھے اکثر اشعار میں اسلامی روایات کا پر تو نظر آتا ہے۔
قصیدہ، غزل، رباعی میں شاعری کی، زبان پر قدرت حاصل تھی۔

ماخذ:- ”اذان دیر“ ص ۱۷۲



کام ماتھے کا ہے چوے در معبد کی زمیں
کبھی ہونے نہ دے ہنگام غضب عرش بریں

سجدۂ حق کرے دے بوسہ قرآن میں
قشقہ عجز کو چہرے کی بنائے تزئین

خط قسمت میں جو تحریر ہے مانے اس کو
کرے وہ کام جو سونپا ہے خدا نے اس کو

دروغ دامو در داس

راحت پبلی بھیتی، رامیشور ناتھ

گر رامیشور ناتھ نام، راحت تخلص، پبلی بھیت میں پیدا ہوئے۔ درس تدریس کے شعبہ سے تعلق رہا۔ شاعری میں احمد سعید خان اور احمد رحمانی کے شاگرد رہے۔

ماخذ: "اذانِ دیر" ص ۱۷۲

محبت سے گلِ خورشید تا شام
نہیں پاتا ہے اک دم دن کو آرام
محبت سے بیاباں در بیاباں
پھرا کرتا ہے آہو مست و حیراں
محبت ہے زمیں سے تا بہ افلاک
کہ اک ذرہ نہیں ہے مہر سے پاک
محبت کا عجب محکم ستوں ہے
تھا جس سے یہ قصر نیلگوں ہے

راحت پیل بھیتی

راحت کا کوروی، بھگونت رائے

(۱۸۸۴ء)

ممتاز محقق پروفیسر شفقت رضوی نے راقم کا مرتبہ کردہ غیر مسلم شعراء کے حمدیہ انتخاب ”اذانِ دیر“ مطبوعہ ۱۹۹۷ء کے پیش لفظ میں لکھا ہے کہ بھگونت رائے راحت کی مثنویوں میں مثنوی ”نل و من“ مطبع مصطفائی کانپور ۱۲۳۸ سرفہرست ہے۔ راحت کا حمدیہ شعر نقل کیا ہے اور یہ بھی تحریر کیا ہے کہ راحت امانت لکھنوی کے تلامذہ میں شامل تھے..... نمونہ کلام

خاکساری سے ہی حاصل مدعا ہو جائے گا
جب خودی مٹ جائے گی وصلِ خدا ہو جائے گا

.....☆.....

یارب کٹے ہیں میرے عجب طرح صبح و شام
حیرت میں ہی گذرتی ہے میرے تئسی مدام

نور احمد میرٹھی ”بہر زماں بہر زباں“ غیر مسلم نعت گو شعراء کا تذکرہ ”میں رقم طراز ہیں کہ راحت کی مثنویوں کی تعداد آٹھ ہے۔ آپ کو ہندو شاستروں سے بھی کما حقہ واقفیت تھی اور علوم اسلامیہ کے بھی فاضل تھے۔ فارسی کے بڑے عالموں میں آپ کا شمار ہوتا تھا۔ ۱۸۸۴ء میں دنیا کو خیر آباد کہا۔ بھگونت رائے راحت کی حمدیہ کلام کے مطالعے کے بعد یہ کہنا پڑھتا ہے کہ ان کا کلام ہر اثر بھی ہے اور ندرت سے مزین بھی ہے۔

ماخذ: اذانِ دیر، ص ۶۶

بہر زماں بہر زباں، ص ۲۸۰

موزوں کرے وہ قد معانی
شرمندہ ہو سروبوستانی
اندازِ نزاکت سخن سے
بالا رہے شاخ یا سمن سے
نقاش گل سخنوری ہو
شاخ گل تر سے ہمسری ہو
ہر دم دم راستی بھرے وہ
سجدے میں تری، جھکا کرے وہ

بھگونت رائے راحت

رشی پٹیالوی، بام دیونا تھ

بام دیونا تھ رشی تخلص، رالدرام چند مصر ا جو بی کلاں ضلع ہوشیار پور ضلع پنجاب کے رہنے والے تھے۔ تکمیل تعلیم کے بعد پٹیالہ میں ملازمت اختیار کی اور وہیں کی سکونت کی مناسبت سے پٹیالوی کہلائے۔ اردو شاعری میں پہلے نسیم نور اور پھر جوش ملیحانی سے مشورہ کیا۔ نہایت پر گو شاعر تھے۔ کثیر تعداد میں تصانیف موجود ہیں ان میں جائزے (۱۹۶۶ء) آتش نغمہ (۱۹۷۶ء) ریگ کارواں (۱۹۷۲ء) لہو پکارے گا آستیں کا (۱۹۷۶ء) روشنی کتنی (۱۹۷۹ء) شفق رنگ آنسو (۱۹۸۱ء) اشاعت پذیر ہو چکی ہیں۔

ماخذ: "اذانِ ادب" ص ۱۷۳



جس کو کہتے ہیں فنا آشنا
جس کی فطرت میں خلل ممکن نہیں
خالق کون و مکان ارض و سما
جس کی ہستی کا بدل ممکن نہیں

پاس رہنے پر بھی ہے جو دور تر
جس کے ہر جلوے میں اک اعجاز ہے
دل میں رہ کر بھی نہیں آتا نظر
جس کا چھپنا بھی مجسم راز ہے

نور جس کا واوی سینا میں ہے
مہر و مہ کی جان ہے جس کا جمال
جس کا چرچا عالم بالا میں ہے
جس کی قدرت ہے کمال لازوال

رشی پٹیالوی بام دیو

رواں اناوی، جگت موہن لال

(۱۸۸۹ء.....۱۹۳۳ء)

رواں اناوی ۱۸۸۹ء کو جگت موہن لال کے گھر پیدا ہوئے۔ ایم اے، ایل ایل پی کی اسناد حاصل کر کے شعبہ وکالت سے وابستہ ہوئے نامور شاعر عزیز لکھنوی، مرزا محمد ہادی کے شاگرد تھے۔ استاد کا نام روشن کیا اور خوب شہرت پائی، غزل، نظم، مثنوی، مسدس غرض یہ کہ تمام اصناف میں طبع آزمائی کی۔ ان کی نظم ”غبارِ راہ“ بہت مقبول ہوئی۔ رواں فطری شاعر تھے۔ ان کی شاعری تہذیب کی عظمتوں سے ہمکنار تھی۔

آغاز سخن کرتا ہوں میں حمدِ پاک سے
پیدا کیا ہے سب کو مرے رب نے خاک سے

☆☆☆

ہر سانس میں ہو شکرِ خدائے جلیل کا
نمروں کے جہاں میں وہ رہبرِ خلیل کا

ماخذ: آئینہ ادب، ص ۶۳-۶۴

رونق دہلوی، پیارے لال

پیارے لال نام رونق تخلص، دہلی کے مشہور کانسٹیبل خاندان کے فرد تھے۔ والد کا نام منشی جے نرائن تھا۔ روشن پورہ کے رہنے والے تھے۔ فارسی میں اعلیٰ قابلیت رکھتے تھے۔ نہایت زود گو اور حوش فکر شاعر تھے جناب راسخ کے شاگردان رشید میں شمار تھا۔ ۱۹۳۱ء میں جناب رونق زندہ تھے۔ عمر تقریباً ۷۸ سال تھی۔ رونق کے کلام میں داغ کارنگ سخن بدرجہ اتم جلوہ گر ہے۔ سب سے پہلے انہوں نے غزل کہی تو داغ کے پاس اصلاح کے لئے بھیجی جس پر انہوں نے اصلاح کر کے ہدایت کی کہ مولانا راسخ (عبدالرحمن) کو دہلی میں دکھالیا کرو۔ چنانچہ آپ عبدالرحمن راسخ کے شاگرد ہوئے۔ مولانا راسخ دہلی میں مشاعرے کیا کرتے تھے۔ ان مشاعروں کا اہتمام ان کے ذمہ تھا استاد کے اہل اعتماد تلامذہ میں شمار ہوتا تھا۔ محنتی، جفاکش، خلیق، بامروت انسان تھے باہر سے جو شعراء دہلی آتے ان کے حسن اخلاق کی تعریف کرتے تھے۔ تجارت کی طرف مائل تھے۔ ظروف کا کاروبار کرتے تھے، ۱۹۱۵ء میں دو دیوان مرتب کئے تھے ”رونق سخن“ شائع ہو گیا تھا۔ کلام رونق کے نام سے دوسرا مجموعہ شائع کیا تھا مذہبی رواداری اور وسیع المشرقی کے باعث ہندوؤں اور مسلمانوں میں یکساں محترم تھے۔

ماخذ:- ”اذان دیر“ ص ۱۷۳



کچھ نہیں اور یہاں جلوۂ وحدت کے سوا
کیا نظر آئے نگاہوں کو حقیقت کے سوا
نور آنکھوں میں رہا تیرا تصور دل میں
ہم نے جلوت میں بھی دیکھا تجھے خلوت کے سوا
پی کے کھل جاتے ہیں اسرار نہاں رونق بھی
اور کیا مشغل ہو جامِ مئے وحدت کے سوا

رونق پیارے لال

ساحر ہوشیار پوری، اوم پرکاش

(۱۹۱۳ء.....۱۹۹۲ء)

اوم پرکاش نام، ساحر تخلص، والد لکھی رام اوہری، ہوشیار پور میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم ہوشیار پور میں لاہور میں حاصل کی۔ ۱۹۳۷ء کے بعد بھارت چلے گئے اور کانپور میں سکونت اختیار کی جہاں وہ تجارت کرنے لگے۔ ساحر کا ادبی ذوق نہایت بلند تھا اس کو ان کے استاد سخن جوش ملیحانی نے جلادی علمی اور ادبی سرگمیوں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے تھے۔ ان کی تصانیف میں مہاویر مہیما (۱۹۳۹ء) سحر غزل (۱۹۰۹ء) سحر نسخہ (۱۹۷۰ء) جلت رنگ (۱۹۷۵ء) اور سحر حرف (۱۹۸۲ء) شامل ہیں۔

ماخذ:- ”اذان دیر“ ص ۱۷۳



مجھے تیری جستجو ہے
میرے سر میں تیری بو ہے
میرے دل میں تو ہی تو ہے
مری حسرتوں کے مالک
مری الفتوں کے مالک
مری محفلوں کے تزمین
دل غمزہ کے تسکین
ہے تجھی سے صبر و تسکین
مجھے رکھ نہ ہائے غمگین
مری چاہتیں ہیں تجھ سے
مری راحتیں ہیں تجھ سے

ساحر ہوشیار پوری، اوم پرکاش



عین صداقت نام ترا

اصل محبت نام ترا

تیرے جلوے لا تعداد

نورِ وحدت نام ترا

قہرِ کرم تیرے ہی گن

شانِ شجاعت نام ترا

تیرے کرشمے غیب و ظہور

کشف و کرامت نام ترا

تو ہی رب ارض و سما

قادر و قدرت نام ترا

(ساحر ہوشیار پوری، اوم پرکاش)

ساحر دہلوی، پنڈت امر ناتھ

(۱۸۶۳ء.....۱۹۴۲ء)

شہر بریلی کا نام سنتے ہی ایک عظیم ہستی عالم بے مثل مفتی، حافظ، قاری مولانا احمد رضا خاں کا نام سامنے آتا ہے بلکہ یوں کہیے کہ دنیا میں بریلی کی وجہ شہرت مولانا صاحب ہیں اسی شہر میں ساحر دہلوی، پنڈت امر ناتھ نے بھی جنم لیا عربی فارسی پر دسترس رکھتے تھے۔ فن عروض سے خوب جان کاری تھی۔ ان کی شاعری پر غالب کی چھاپ ہے۔ مشکل مضامین اور فلسفہ و منطق سے ساحر کی شاعری مملو ہے۔ ان کی کئی تصانیف شائع ہو کر پذیرائی حاصل کر چکی ہیں۔ پروفیسر شفقت رضوی نے سن وفات ۱۹۴۲ء لکھا ہے جبکہ طالب صدیقی نے ۱۹۶۰ء لکھا ہے اور غالباً کا لفظ استعمال کیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہم نے شفقت رضوی کی تاریخ سے اتفاق کیا ہے۔ تاریخ اردو کے مطالعے سے پتہ چلتا ہے کہ شعراء ابتدا میں تبرکاً ایک حمد یا حمد کا ایک شعر کتاب میں ضرور شامل کرتے تھے۔ سوا کثر ہندو شعراء کے یاں یہی عمل نظر آتا ہے۔

نمونہ کلام

حسن: زل صفات میں جب جلوہ گر ہوا

آئینہ جمال وجود بشر ہوا

.....☆.....

کیف و مستی میں عجب جلوہ یکتائی تھا

تو ہی تو تھا نہ تماشا نہ تماشائی تھا

ماخذ: اردو کے قابل ذکر ہندو شعراء، ص ۱۵۸-۱۵۹، اردو میں حمد گوئی، ص ۱۰۰

سحر، اقبال بہادر و رما

علمی و ادبی گھرانے میں آنکھ کھولنے والے اقبال بہادر و رما سحر کے والد شیونرائس انتہائی معزز و بااخلاق انسان تھے۔ ورمانے ابتدائی تعلیم ۱۹۰۲ء میں مکمل کی۔ ۱۹۰۶ء میں الہ آباد یونیورسٹی سے میٹرک کیا انہوں نے چند بڑے علمی و ادبی کارنامے انجام دیے۔

(۱) مرخیام کی پانچ سورباعت کا ہندی میں ترجمہ (۲) کالی داس کے شکنتلا کا ترجمہ ۱۹۰۹ء میں ”مثنوی سحر“ کے نام سے زمانہ پریس کا پورے شائع کیا۔

ان کی شاعری کا محور، دنیا، انسان، زندگی اور محبت ہے۔ ان کی شاعری سادگی اور پرکاری کے زیور سے آراستہ ہے۔

نمونہ کلام

خدا خود ہی ہے آپ اپنی نشانی
غلط ہے کہ اس کی نشانی نہیں ہے

ماخذ: اردو زبان کے قابل ذکر ہندو شعراء ص ۲۰۸-۲۱۰

سحر، کنور مہیندر سنگھ بیدی

(پیدائش.....۱۹۰۹ء)

سحر، کنور مہیندر سنگھ بیدی کے ایک شعر نے مجھے ان کی شاعری کا اسیر کر دیا ایک میں ہی کیا آج یہ شعر زبان زد عام ہے۔

عشق ہو جائے کسی سے کوئی یارا تو نہیں
صرف مسلم کا محمد ﷺ پہ ابرا تو نہیں
سرور انبیاء آنحضرت ﷺ رحمت للعالمین بن کر ہر انسان کے لیے امن و محبت کا پیغام
لائے۔ انہوں نے ہر انسان سے محبت کی۔ آج ہر انسان ان سے محبت کر رہا ہے خواہ اس کا
کسی بھی مذہب سے تعلق ہو۔ سحر کنور مہیندر سنگھ بیدی نے پنجاب کے شہر ساہیوال میں آنکھ
کھولی۔ اعلیٰ تعلیم حاصل کر کے اعلیٰ عہدوں پر فائز رہے اور اردو ادب کی آبیاری بھی
کرتے رہے۔ سحر کی تصانیف میں ”طلوع سحر“ (مجموعہ کلام) ۱۹۶۲ء میں شائع ہو کر
پذیرائی حاصل کر چکا ہے سحر کنور مہیندر سنگھ بیدی نے خوبصورت نعتوں کے ساتھ ساتھ اللہ
رب العزت کی بارگاہ میں نذرانہ حمد بھی پیش کیا ہے۔

سحر کی شاعری میں جذبہ صادق، سوز و گداز اور سادگی کے عناصر موجود ہیں۔

نمونہ کلام

دعا یادِ مولیٰ میں جس وقت مانگی
لبوں پر میرے یا مجیب آگیا ہے
اتنی سی آرزو ہے بس اے رب دو جہاں
دل میں رہے سحر کے محبت رسول ﷺ کی

ماخذ: ارمغان نعت، ص ۳۸۱..... بہر زماں بہر زباں، ص ۳۳۵..... نوائے وقت لاہور، ۱۹۸۰ء، اردو میں حمد گوئی ص ۱۰۵

سرور جہان آبادی، درگا سہائے

(۱۸۷۳ء.....۱۹۱۰ء)

درگا پر شاد نام، سرور تخلص، قصبہ جہاں آباد ضلع پہلی بھیت کے معزز خاندان سے تعلق تھا۔ والد ان کے پیارے لال، مشہور طبیب تھے۔ ان کے بزرگ دہلی کے رہنے والے تھے۔ لیکن انہوں نے وہاں کی سکونت ترک کی اور جہاں آباد میں رہنے لگے تھے۔ سرور کی پیدائش ۱۸۷۳ء میں ہوئی۔ والد کے زیر سایہ ابتدائی تعلیم و تربیت پائی۔ بعد میں سرکاری مدرسہ میں شریک ہوئے۔ فارسی کا درس مولوی کرامت حسین سے لیا جو عالم ہونے کے علاوہ شاعر بھی تھے اور بہار تخلص کرتے تھے۔ سرور نے ابتداء میں وحشت تخلص اختیار کیا اور بہار بریلوی سے مشورہ سخن کیا۔ بعد میں تخلص تبدیل کر کے سرور رکھ لیا۔ ۱۸۹۲ء میں بہار کا انتقال ہوا تو بیان یزدان میرٹھی سے رجوع کیا۔ شعبہ طب سے وابستہ تھے۔ انہیں علاج میں خصوصی مہارت تھی۔ ان کی زندگی حادثات اور المیوں میں گزری۔ عالم شباب میں اہلیہ نے داغ مفارقت دی جس سے ان کا دل پاش پاش ہو گیا وہ دو سالہ بچہ چھوڑ گئی تھیں نو سال کی عمر میں وہ بھی ماں سے جا ملا۔ ان حادثات نے ان کے کلیجے کو چھلنی کر دیا اور انہوں نے ۳ دسمبر ۱۹۱۰ء کو انتقال کیا۔ ان کی رحلت کے بعد ان کے کلام کے مجموعہ ”مخزن سرور“ کو ادارہ ”زمانہ“ نے اور ”جام سرور“ کو ادارہ ”ادیب“ نے شائع کیا بعد میں حاجی محمد غوث نے حیدر آباد سے ایک مجموعہ ”نمکدہ سرور“ چھاپا تھا۔ وہ جدید شاعری کے بانوں میں شمار کئے جاتے

ہیں۔ مولانا حسرت موہانی کی رائے ہے کہ ”قلیل مدت عمر میں وہ جو کچھ لکھ گئے بقائے دوام کی سند حاصل کرنے کے لئے کافی ہے۔“
سرور کا ایک خوبصورت حمد یہ بند دیکھیں۔

عقل دقیقہ رس کا دوڑا سمند برسوں
 روندا کیا جہاں کا پست و بلند برسوں
 ڈھونڈا کیا تجھے میں زار و نژند برسوں
 بامِ فلک پہ چھینکی اڑ کر کند برسوں
 تیرا پتہ نہ پایا او لا مکان والے
 سارے جہاں میں ڈھونڈا سارے جہان والے

ماخذ: ”اذانِ دیر“ ص ۱۷۵

اردو حمد و نعت پر فارسی شعری روایت کا اثر، ص ۴۷۷



دل میں آنکھوں میں ترے حسن کی ہے جلوہ گری
یہ وہ شیشے ہیں کہ جن میں مئے وحدت ہے بھری

تو وہ خود ہیں و خود آرا کہ پس پردہ ناز
محو آئینہ تمکین ہے تری عشوہ گری

سرور جہاں آبادی: درگاہ سہائے

سرشار لکھنوی، رتن ناتھ

(وفات.....۱۹۰۳ء)

سرشار لکھنوی کا سن پیدائش نہ معلوم ہو سکا جس کا افسوس ہے۔ اردو، عربی، فارسی، انگریزی زبانوں سے اچھی طرح واقف تھے۔ ”اودھ پنچ“، ”ریاض الاخبار“ میں مضامین لکھے۔ ان کا افسانہ ”فسانہ آزاد“ کو اچھی خاصی شہرت ملی غنشی نول کشور نے اپنے اخبار ”اودھ اخبار“ کی ادارت سرشار کو سونپ دی۔ سرشار نے شاعری کم کی جبکہ نثر بہت لکھی۔ اپنے وقت کا یہ نامور ادیب ۱۹۰۳ء کو دنیا سے روانہ ہوا۔

نمونہ کلام

دولتِ علم جس نے مجھ کو دی

شکر اس رب کا خوب کرتا ہوں

☆☆☆

توبہ میری قبول ہو جائے

تجھ کو غفار بھی تو کہتے ہیں

ماخذ:- ماہنامہ اجالا، ص ۲۱ تا ۲۱

شاد، مہاراجہ سرکشن پرشاد

(۱۸۶۳ء.....۱۹۳۰ء)

کشن پرشاد نام تخلص شاد، حیدرآباد دکن کے رہنے والے تھے۔ راجہ ٹوڈرل کی نسل سے تھے۔ اردو، فارسی اور عربی پر عبور رکھتے تھے۔ تعلیمات اسلام سے کماحقہ واقف تھے ان کی معاشرت، اسلامی اور حیدرآبادی کلچر کا نمونہ تھی۔ وہ درویش صفت اور صوفی مجاز تھے۔ حضور رسول اکرم اور خواجہ معین الدین نظامی سے خاصی عقیدت رکھتے تھے۔ علامہ اقبال کے مخلصین میں شمار ہوتا تھا۔ باہم طویل عرصہ مراسلت ہو، جو شائع ہو چکی ہے اسی طرح وہ مولانا سید سلیمان ندوی اور خواجہ حسن نظامی سے بھی تعلق خاص تھا۔ وہ شاعری میں حضرت داغ کے شاگرد تھے۔ ان کے انتقال کے بعد قلندر علی شاہ ترکی سے مشورہ سخن کیا۔ ان کی یادگار متعدد شعری و نثری تصانیف میں ان میں حمکہ رحمت، کلام پرشاد، پریم درپن اور رباعیات شاد قابل ذکر ہیں۔ حمکہ رحمت ان کے نعتیہ کلام کا مجموعہ ہے۔ شاد ریاست حیدرآباد میں منصب مدارالہمامی پر (۱۹۰۱ء تا ۱۹۱۲ء) فائز رہے۔ ڈاکٹر سید رفیع الدین اشفاق تحریر کرتے ہیں کہ شاد کو شاعری کا شوق ابتدا ہی سے رہا۔ ان کے یہاں شعراء اور اہل علم حضرات کی محفلیں ہمیشہ گرم رہتیں۔ امیر، جلیل، ظہیر، سرشار، فانی، ہوش، ثاقب صغیر وغیرہ ان کے مصاحبین رہے۔ شاد کا پہلا مجموعہ نعت،، ہدیہ شاد،، ۱۳۳۶ھ میں طبع ہوا۔ حافظ جلیل حسن جلیل نے تاریخ طبع کے کئی قطعاً لکھے۔ شاد کی شاعری میں والہانہ پن اور سرشاری کی کیفیات موجود ہیں۔

ماخذ:- "اذان دیر" ص ۱۷۵



اس نے کہا کعبہ ترا میں نے کہا چہرہ ترا
اس نے کہا چہرہ ترا میں نے کہا جلوہ ترا
اس نے کہا جینا ترا میں نے کہا ہستی تری
اس نے کہا مرنا ترا میں نے کہا پردہ ترا
اس نے کہا کیا کام ہے میں نے کہا ہر وقت دید
اس نے کہا کیا مشغل ہے میں نے کہا سودا ترا
اس نے کہا مقصد ترا میں نے کہا ہے تو ہی تو
اس نے کہا قسمت تری میں نے کہا منشا ترا
اس نے کہا خدمت تری میں نے کہا ہے بندگی
اس نے کہا کیا نام ہے میں نے کہا بندہ ترا
اس نے کہا وہ کون تھا خلوت میں خواہان وصال
میں نے کہا وہ ”شاذ“ تھا عاشق ترا شیدا ترا



تری ذات ایک ہے یا خدا تری شان جل جلالہ
نہیں تجھ سا ہے کوئی دوسرا تری شان جل جلالہ
تو کریم بھی تو رحیم بھی تو عزیز ہے تو معزز بھی ہے
ترے نام پر دل و جاں فدا تری شان جل جلالہ
تو نذل ہے تو ہی سمیع ہے تو بصیر ہے تو قدیر ہے
تو ہے داد رس تو ہے کبریا تری شان جل جلالہ
تو لطیف ہے تو خبیر ہے تو حلیم ہے تو عظیم ہے
تری حمد مجھ سے ہو کب ادا تری شان جل جلالہ
تو غفور ہے تو شکور ہے تو نصیر ہے تو کبیر ہے
تو حمید بھی ہے مرے خدا تری شان جل جلالہ
تو ہے داد خواہوں کا داد رس ترا فضل و رحم و کرم ہے بس
میں ہوں بندہ تو ہے مرا خدا تری شان جل جلالہ
تو حفیظ ہے تو مقیت ہے تو حسیب ہے تو جلیل ہے
تو علیم ہے تو ہے کبریا تری شان جل جلالہ

ترا ذرہ ذرہ میں نور ہے ترے نور ہی کا ظہور ہے
تو ہی تو ہے کچھ نہیں ماسوا تری شان جل جلالہ
برے وقت میں میرے کام آ یہی شاد کی ہے بس التجا
اسے ہے تو تیرا ہی آسرا تری شان جل جلالہ

☆☆☆☆☆

خدا کو جانتا ہوں دل سے واحد
کہ وحدت سے نہیں انکار دیکھو

بادۂ خم خانہ توحید کا مے نوش ہوں
چور ہوں مستی میں ایسا بے خود و مدہوش ہوں

میں عشق میں سرشار رہا کرتا ہوں
مشغل ہے بادۂ توحید کا ہر دم اپنا

کشن پر شاد شاد



جو تمنا ہے مرے دل کو دکھاوے یارب
مژدہ راحت جاں جلد سناوے یارب
ہاں بس اب بادۂ توحید عطا کر مجھ کو
جلوہ ہر رنگ میں تو اپنا دکھا دے یارب
یہ دعا ہے کہ اگر بادِ صبا آج آئے
کچھ نویدِ طرب آمیز، سناوے یارب
تا بکے بادِ شاما کے یہ رہیں گے جھگڑے
خوابِ غفلت سے ہمیں جلد جگاوے یارب
نا خدا تیرے سوا کوئی نہیں ہے اپنا
بحرِ عصیاں سے ہمیں پار لگاوے یارب
ہے تمنا کہ مدینے کی زیارت کر لوں
اپنے محبوب کا تو روضہ دکھاوے یارب
زندگی ہی میں چکھا دے مئے توحید ہمیں
بے کلی دل کی جو ہے اس کو بچھاوے یارب

تابشِ مہرِ قیامت کی ہمیں تاب نہیں
 دامنِ احمدِ مرسل کی ہوا دے یارب
 دین و دنیا میں کہیں ہو نہ مری رسوائی
 عیب جتنے ہیں مرے ان کو چھپا دے یارب
 موت کے آنے کا کچھ خوف نہیں ہے مجھ
 تو مدینے میں اگر حکمِ قضا دے یارب
 مرضِ ہجر کا بیمار ہے مدت سے یہ شاد
 داروئے وصلِ محمد سے شفا دے یارب

شاد، کشن پر شاد

شاداں، چندولال

(۱۷۶۶ء.....۱۸۴۵ء)

چندولال نام، شاداں تخلص، راجہ مدل چند کے پوتے اور اے نرائن داس کے بیٹے، عام طور پر مہاراجہ چندولال کہلاتے ہیں۔ راجہ ٹوڈرل کی نسل سے تعلق تھا۔ ان کے بزرگوں نے حیدرآباد دکن میں سکونت اختیار کر لی تھی۔ ان کی تعلیم و تربیت وہیں ہوئی۔ نواب ناصر الدولہ نے ”راجہ راجا بان“ کے خطاب سے نوازا۔ شاداں رؤسائے ریاست میں شمار ہوتے۔ نہایت سخی اور غریب پرور تھے ان کی مقبولیت کا اندازہ اس سے کیا جاسکتا ہے کہ ریاست اور بیرون ریاست میں حیدرآباد کو ”چندولال کا حیدرآباد“ کہا جاتا تھا۔ انہوں نے بے شمار فارسی اور اردو شعراء کی سرپرستی کی۔ اردو کی بھی صاحب دیوان مشاعرہ ملقبابائی چنداں ان کی معاصر تھی اور وہ اس کے بڑے قدرداں تھے۔ شاداں اردو اور فارسی دونوں زبانوں میں شاعری کرتے تھے ان کے اردو میں دو اور فارسی میں ایک دیوان ہے۔ ”عشرت کدہ آفاق“ ان کی خودنوشت سوانح عمری ہے۔ آپ کی شاعری قابل توجہ ہے۔ آپ نے اخلاقیات کا دامن کبھی نہ چھوڑا، شاداں کی حمد و نعت میں عقیدت و محبت کی فراوانی موجود ہے۔

ماخذ:- ”اذان دیر“ ص ۱۷۷



رحمت کا ہے صاحب وہ کرم کا صاحب
کہتے ہیں اسے لوح و قلم کا صاحب
شاداں تجھے کیا کام تعصب سے بھلا
ہے ایک جو وہ دیر و حرم کا صاحب



لکھا گیا جو روز ازل مٹ نہیں سکتا
کیا وصف لکھے کوئی بھلا لوح و قلم کا
خالق نے کیا احمد و حیدر کو شہنشاہ
ہر ایک ہے سرتاج عرب اور عجم کا
شاداں ہوں اسی واسطے میں صبح سے تا شام
بندہ کو بھروسا ہے ترے فضل و کرم کا



ذکر تیرا تھا یہاں غیر کا مذکور تھا
تو ہی تھا مد نظر دوسرا منظور نہ تھا

دیکھ محفل میں ہر اک آنکھ جھپک جاتی تھی
تیرا ہی نور تھا وہ اور کوئی نور نہ تھا
انبیا ہوں کہ ملک سب ہیں یہاں درماندہ
کرتے کیا حمد و ثنا تیری کہ مقدور نہ تھا
دیکھ کر آیۂ قرآن کو ہوئی آگاہی
ہم تو سمجھے تھے تجھے دور پہ تو دور نہ تھا
مثل خورشید کے چھایا تھا اسی کا جلوہ
کوئی جا ایسی نہیں تھی کہ وہ مشہور نہ تھا
تو جو دستور نکالا سو وہی ہے دستور
وہ کیا تو ہی نے دستور جو دستور نہ تھا

☆☆☆☆☆.

دل سے ہوں دائم فدا اس صاحب مقدور کا
اک جہاں مشتاق ہے جس ناظر و منظور کا
ہر بہانے رزق دیتا ہے وہ ہر ہر فرد کو
ہے وہ رازق آدم حیوان و مارو مور کا

کیوں نہ ہو مشہور عالم ہو جو مقبول خدا
عاشقوں میں کس طرح سے ذکر ہے منصور کا
فحشِ اقرب کہہ گئے قرآن کی آیت جبرئیل
ہے تری نزدیکی ثابت دور اندیشہ دور کا

☆☆☆☆☆

جس نے نہ اسے جانا پھر اس نے ہے کیا جانا
بس وہ ہی موحد ہے جو ایک خدا جانا
ہوتا ہے یقین جس کو پھر اس کو گماں جانا
ہم کو ہے یتیم اس کا سب جس کو گماں جانا
اس کے ہی کرم سے جب آنکھوں سے اٹھا پردہ
پردے میں نہاں تھا وہ ہم نے ہے عیاں جانا

☆☆☆☆☆

مقدور ہے کسے تری قدرت کو پاسکے
دونوں جہاں میں نور نہ تیرا سما سکے
ذرہ کب آگے مہر کے منہ کو دکھا سکے
میدانِ عشق میں نہ کبھی غیر آسکے

خورشید و ماہ پھرتے ہیں فرماں سے روز و شب
بے حکم تیرے باد نہ پتا ہلا سکے
داتا تو ایک اور ترے سب ہیں مانگتا
گر تو نہ دے تو کون کسی کو دلا سکے
شاداں کا قول ہے یہی اے خالق جہاں
بندے کو کون تیرا سا صاحب ملا سکے

چند دلال شاداں

شاکر میرٹھی، پیارے لال

اردو فارسی، انگریزی زبانوں پر عبور رکھنے والے پیارے لال، شاکر میرٹھی نے شاعری کی تقریباً تمام اصناف پر طبع آزمائی کی لیکن ان کا خاص میدان نظم تھا جس میں ان کی فکر رسا نے خوب جوہر دکھائے۔ انہوں نے غشی دیا نرائن نظم کے مشہور زمانہ رسالہ ”زمانہ کانپور“ میں نائب مدیر کے فرائض بھی انجام دئے۔ شاکر میرٹھی نے حمد بھی کہی ان کی حمد یہ کلام میں شہود کے تصورات بھی موجود اور شاعر کو خورشید و رخشاں میں رب کائنات کا نور بھی دکھائی دے رہا ہے۔

ماخذ:- اردو کے قابل ذکر ہندو شعراء،، ص ۱۷۲-۱۷۳

اذان دیر،، ص ۸۷



پردے میرا تو اک نمود کی ہے تصویر
اور غیب میں اک شہود کی ہے تصویر
ہوتا نہ اگر تو تو نہ ہوتی دنیا
یہ دہر تیرے وجود کی ہے تصویر



خورشید درخشاں میں جھلک تیری ہے
اور گوہر لامع میں لک تیری ہے
ہیں کون و مکاں نور سے تیرے پر نور
ہر ذرۂ تاباں میں چمک تیری ہے

(شاگر میرٹھی، پیارے لال)

شایاں، منشی طوطا رام

(۱۲۹۰ھ)

منشی طوطا رام شایاں غالباً ۱۲۰۰ھ کے اوائل میں پیدا ہوئے شایاں کی مثنویوں میں ”پرکالہ آتش طلسم شایاں“ اور مہا بھارت کا آغاز ”بسم اللہ الرحمن الرحیم“ سے ہوتا ہے۔ منشی طوطا رام شایاں ۱۲۹۰ھ کو دنیا سے کوچ کر گئے۔ شایاں کے حمدیہ کلام میں صنائع بدائع کے ساتھ ساتھ صنعت پروردگار کا ذکر نمایاں ہے۔

ماخذ: اردو میں حمد گوئی، ص ۷۲

اذانِ دیر، ص ۸۸-۸۹



دکھائے ورق تختہ گل کا رنگ
صریرِ قلم بانگِ بلبل کا رنگ
ہمارے سخن کے کھلیں بال و پر
لکھوں وصف فرماندہ بحر و بر
علیم و خبیر و سمیع و بصیر
کریم و رحیم و غفور و قدیر
دکھائی خدائی، وہ قدرت کی شان
کہ مٹی کے پتلے کو بخشی ہے جان
لب و چشم و رخسار و بینی و گوش
جگر سر ذل و جانِ حلقوم و دوش
بنایا سراپا میں ہر عضو خوب
نہیں اوس کی صنعت میں دخلِ عیوب
جو ہے خاک سے چرخ تک جلوہ گر
وہ سب ہے ان آنکھوں کے پیش نظر

نہیں کچھ سماعت پہ دار و مدار
 جو آنکھوں نے دیکھا وہ ہے آشکار
 جو صنعت ہے جو علم ہے جو ہنر
 ہوئے چشم و انگشت سے جلوہ گر
 عطا کی وہ مٹی کو عقل و تمیز
 ہوئی شکل یوسف جو ہر دل عزیز
 ضیاء بخش رخسار و خورشید و ماہ
 جلا ساز رنگ سفید و سیاہ
 کئے برج گردوں پر آراستہ
 نئی صورتوں سے ہیں پیراستہ

شایاں توتارام



ہو کس سے حمد یارو اوس خدا کی
کہ جس نے عرش اور کرسی بنا کی
کیا مائی کو یوں قدرت سے باہم
ستوں بن کر دیئے افلاک قائم
ہوا اور آب و گل آتش ملا کر
وزن اونکا کیا اربع عناصر
پھر اون چاروں سے وہ پتلا بنایا
کہ جس میں بھید قدرت کا سمایا
اوسی پتلے کو وہ باتیں سو جھانیں
فرشتوں نے بھی جو ہرگز نہ پائیں
ہزاروں مر گئے اس جستجو میں
نہ پایا بھید اوس کا پر کسو میں
زمین سے آسماں تک اوڑ کے جاوے
جگہ اوسکی حقیقت کی نہ پاوے
کہاں کا تو ہے اور میں ہوں کہاں کا
وہی مالک ہے مالک دو جہاں کا

شایان تو تارام



شہنشاہوں کو دیتا ہے گدائی
گدا کو بخشتا ہے بادشائی
خدا کو یاد کر اے پتلا خاک
بنایا جس نے تجھ کو ایسا چالاک
بغیر از پر تجھے ایسا اوڑایا
فرشتوں نے بھی وہ رتبہ نہ پایا



ہے اوس کی ذات کا جلوہ ابد سے
وہی آگاہ ہے ہر نیک و بد سے
پس از حمد و ثنائے احمد پاک
ہے جس کو سرِ یزدانی میں ادراک
شروع کرتا ہوں احوالِ شگن میں
نہیں ہوں گر چہ کچھ موزوں سخن میں

شایاں تو تارام

(بحوالہ رسالہ شگنی مدسومہ لولوئے ازینب)

شُرما، اندرجیت شرما

(۱۸۹۳ء.....۱۹۳۶ء)

اندرجیت شرما نام، شرما تخلص، کھر کھودہ ضلع میرٹھ کے معزز برہمن خاندان سے تعلق تھا۔ ابتدائی تعلیم گھر پر حاصل کی ۱۹۲۲ء میں میٹرک کا امتحان پاس کیا۔ ایک اسکول میں پندرہ سال تدریس کے فرائض انجام دینے کے بعد ہیڈ ماسٹر ہو گئے تھے۔ شاعری میں ندرت میرٹھی (مولانا شعیب احمد) کے شاگرد تھے انہوں نے تمام اصناف شاعری میں طبع آزمائی کی لیکن نظم گوئی پر ان کی توجہ زیادہ تھی۔ وہ اپنی نظموں کی وجہ سے ہی مشہور اور مقبول ہوئے۔ ان کا کلام اس دور کے مقتدر اردو رسائل میں شائع ہوتا تھا ان کے کلام کے دو مجموعے ”نیرنگ نظر“ (۱۹۳۰ء) اور ”جلوہ زار“ (۱۹۳۲ء) میں شائع ہو چکے ہیں۔ تمام اصناف میں شاعری چنانچہ حمد و نعت بھی لکھیں شرما کی حمد میں بندگی کی ترنگ اور مناجات کا سلیقہ و قرینہ بیان کیا گیا ہے۔

ماخذ:- ”اذانِ دیر“ ص ۱۷۸



مجھے تیری آرزو ہے

مجھے تیری جستجو ہے

میرے سر میں تیری بو ہے

میرے دل میں تو ہی تو ہے

مری حسرتوں کے مالک

مری الفتوں کے مالک

مزی محفلوں کی تزیین

دل غمزدہ کی تسکین

ہے تجھی سے صبر و تمکین

مجھے دکھ نہ ہائے غمگین

مری چاہتیں ہیں تجھ سے

مری راحتیں ہے تجھ سے

کسی چال میں نہ آؤں

نہ فریب دہر کھاؤں

میں جدھر نظر اٹھاؤں

تجھے بے نقاب پاؤں

مجھے راز واں بناوے

مجھے راہ حق دکھا دے

شیرامیرٹھی (اندرجیت شرما)

شعلہ، دوار کا داس

(پیدائش.....۱۹۱۰ء)

مذہبی رواداری اور انسانیت ان کے اندر کوٹ کوٹ کے بھری تھی۔ والد رام نرائن شہر کے معتبر شخصیت تھے۔ شعلہ کو بچپن سے ہی شاعری نے اپنی گرفت میں لے لیا تھا۔ شعلہ کو حفیظ جالندھری سے فیض تلمذ حاصل تھا۔ وہ علامہ کیفی سے بھی عقیدت رکھتے ان کا کلام معروف رسائل و جرائد میں چھپتا رہتا تھا۔ ۱۹۴۷ء میں لاہور کو چھوڑا اور دہلی میں سکونت اختیار کی۔ ان کا کلام سادگی اور پرکاری کا نمونہ ہے۔

شعلہ کا مجموعہ کلام، شعلہ زار، ۱۹۶۲ء میں چھپا

نمونہ کلام

گیا تیری ہے پھول تیرے ہیں
دھوپ چھاؤں بول تیرے ہیں
چاند سورج جو وقت سے نکلیں
کتنے پیارے اصول تیرے ہیں

ماخذ:- اردو کے قابل ذکر ہندو شعراء، ص ۱۸۱۔ ماہنامہ الفت، ص ۷

اذان دیر، ص ۱۴۸

شعلہ، منشی بنواری لال

(۱۸۲۵ء.....۱۹۰۴ء)

شعلہ منشی بنواری لال سہارن پور میں پیدا ہوئے۔ شعلہ نے فارسی کی تعلیم کے ساتھ ساتھ ایل ایل بی بھی کیا۔ وکالت کے ساتھ ساتھ شاعری بھی ہوتی رہی۔ غالب کے شاگرد منشی بال مکند بے صبر کے حلقہ تلامذہ میں شامل تھے۔ ان کا شمار اس دور کے معروف شعراء میں ہوتا تھا زبان و بیان پر قدرت رکھنے والے شعلہ نے نظمیں، غزلیں، رباعیات کے علاوہ مذہبی شاعری بھی کی۔ ان کی شاعری میں الفاظ کی نشست و برخاست کے ساتھ ساتھ اعلیٰ قدروں کے رنگ نمایاں ہیں۔

نمونہ کلام

رام بھی تو ، بھگوان بھی تو
یہ بھی سچ ایمان بھی تو
مشکل میں جب آتا ہوں
کرتا ہے احسان بھی تو
شعلہ پر ہو اُچھ کرم
پورا کر ارمان بھی تو

ماخذ:- اردو کے قابل ذکر: نندو شعراء ،، ص ۴۴

سہ ماہی مہتاب، جالندھر ۱۹۳۵ء ،، ص ۱۵-۱۶

شوق، کنج بہاری لال

کئی تذکرے نظر سے گزرے لیکن شوق، کنج بہاری لال اور ان کے استاد مجبور جلالوی،
منشی چھریل کی تاریخ پیدائش و وفات نہ مل سکی، مجبور جلالوی کی دو خوبصورت حمدیں ”اذان
دیر“ میں شائع ہو چکی ہیں جبکہ شوق کے صرف دو حمدیہ اشعار ہی دستیاب ہوئے جو کہ ”اذان
دیر“ میں موجود ہیں۔ شوق کے حمدیہ اشعار سے ان کی شاعری کے معیار اور ان کی عقیدت کا
اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

نمونہ کلام

ہوں ثنا خواں ذاتِ پاکِ ایزد سبحان کا
مد بسم اللہ ہے مطلع مرے دیوان کا
جا بجا جو سورہ الحمد کی تفسیر ہے
ہے مرا دیوان گویا ترجمہ قرآن کا

ماخذ: اذان دیر، ص ۱۶۳-۱۵۴

شفیق، کچھی نرائن رائے

(۱۱۵۸ھ.....۱۲۱۵ھ)

پروفیسر شفقت رضوی نے اپنے مضمون ”ذکر خدا غیر مسلم شعراء کے کلام میں“ تحریر کیا ہے کہ شفیق، کچھی نرائن رائے ۱۱۵۸ھ کو اورنگ آباد میں پیدا ہوئے۔ اور ۱۲۱۵ھ کو انتقال کر گئے۔ حسان الہند علامہ میر غلام علی، آزاد بلگرامی سے اصلاح لیتے تھے۔ تصانیف، اثر آصفی، اثر حیدری، تذکرہ گل، مزاج الہند، شامل ہیں۔ شفیق کی حمدیہ شاعری کے بارے میں کیا عرض کروں چند شعر پیش خدمت ہے جس سے آپ ان کی عقیدت و محبت اور فکر رسا کا اندازہ بخوبی کر سکتے ہیں۔

نمونہ کلام

تو نطق کی قدر سے شناسا ہی نہیں
ذکر حق میں زباں جو گویا ہی نہیں

ماخذ: ”جہان حمد“ کتابی سلسلہ کراچی شمارہ نمبر ۲

”اذان دیر“ ص ۱۲۲

شمیم کرہلوی، دیاشنکر

(۱۸۹۵ء.....۱۹۵۴ء)

دیاشنکر نام، شمیم تخلص، والد بابو ہزاری لال ضلع مین پوری کے کاستھ زمیندار تھے۔
شمیم دھرم نگر پور میں پیدا ہوئے۔ تعلیم اپنے نانا بابو مکٹ بہاری لال کی نگرانی میں مکمل
کی۔ ۱۹۲۵ء میں وکالت و تھان پاس کر کے اس پیشہ سے منسلک ہو گئے۔ ان کے نانا ادبی
ذوق کے مالک اور شاعر بھی تھے انہیں کے زیر اثر شمیم نے شاعری شروع کی ”مدح شمیم“
کے نام سے ان کا کلام شائع ہو چکا ہے۔ شمیم کی حمدیہ شاعری جہاں ایک طرف اللہ رب
العزت کی عبودیت کا اقرار ہے۔ وہیں دوسری طرف وہ وحدت الوجود کی بات کر رہا ہے شمیم
کی شاعری عام قاری کے لیے وہی مسئلہ کھڑا نہیں کرتی۔

ماخذ: ”اذان دیر“ ص ۱۷۹



سرائے جہاں میں جہاں دیکھتا ہوں
جمال رخ جانِ جاں دیکھتا ہوں
ترا حسنِ وحدت بکثرت عیاں ہے
بہر قطرہ دریا رواں دیکھتا ہوں
جدھر دیکھتا ہوں پچشم بصیرت
تجلی جانِ جہاں دیکھتا ہوں
قوافل چلے جا رہے ہیں مگر میں
غبارِ رہ کارواں دیکھتا ہوں
شمیمِ آج پھر اپنی بزمِ سخن میں
بہ حیرت سخنِ سنخیاں دیکھتا ہوں

شمیم کر بلوی دیا شکر سکینہ

شمیم فرخ آبادی، سردار شیر سنگھ

(۱۸۷۰ء.....۱۹۵۵ء)

مرزا محمد ہادی عزیز لکھنوی کے شاگرد عزیز شمیم فرخ آبادی ۱۸۷۰ء کو پیدا ہوئے دیگر شاعری کے علاوہ حمد و نعت بھی کہی۔ اللہ کی وحدانیت پر ایمان اور رسولِ آخرِ آنحضرت ﷺ سے اتنی عقیدت کہ گماں ہو کہ یہ تو مسلمان ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ کچھ ہندو شعراء آخری وقت میں مسلمان ہو گئے ہوں۔ شمیم کی سرور انبیاء سے عقیدت دیکھئے۔

رواں ہوں جانب کوئے مدینہ
دکھا دے اے خدا روئے محمد ﷺ
جنہیں ہو دیکھنا نور الہی
وہ دیکھیں جلوۂ روئے محمد ﷺ

شمیم کی حمد و نعت میں عقیدت و محبت کا بھرپور اظہار بھی ہے اور ایسی خوش بیانی جو قلب کو مسحور کر دے۔ دنیائے حمد و نعت میں رنگ و نکلت بکھیرنے والا شمیم فرخ آبادی ۱۹۵۵ء کو اس دنیا سے انتقال کر گیا۔

ماخذ:- بہر زمان بہر زبان، ص ۳۹۸



خداوند! بیاں کیا ہوں ترے اوصاف انساں سے
فرشتے بھی نہیں واقف ترے اسرار پنہاں سے
ترا شہرہ ہے عالم میں حجابِ جلوہ سماں سے
کہ ہر ذرے میں ہے تو اور نہاں ہے چشمِ عریاں سے
نہی شمس و قمر تھا علم بردارِ تابانی
بہت ستار و ثابت ہیں نمہ و مہر درخشاں سے
ریاضِ رہروانِ حق خبر دیتا ہے عالم کو
کہ ہٹتے ہیں خس و خاشاک کیوں کر راہ عرفاں سے
شریف اس واسطے مشغول درس پاک رہتے ہیں
نشانِ راہ عرفاں ڈھونڈتے ہیں شمعِ ایماں سے

(شمیم فرخ آبادی، سردار شیر سنگھ)

صادق، دہبی پرشاد

اردو، فارسی پر دسترس رکھنے والے دہبی پرشاد تنقید کے حوالے سے بہت مشہور تھے۔ منیر شکوہ آبادی کو کلام دکھانے لگے تھے۔ طالب صدیقی نے تحریر کیا ہے کہ تقریباً سو برس کی عمر پا کر ۱۹۲۱ء میں انتقال ہوا۔ طالب نے دہبی پرشاد کے بارے میں کچھ تفصیل نہیں لکھی ہے۔ جبکہ پروفیسر شفقت رضوی نے دہبی پرشاد کی سن پیدائش ۱۸۴۱ء لکھی ہے اور یہ بھی لکھا ہے کہ دہبی پرشاد بدایوں میں پیدا ہوئے تھے۔ واللہ عالم یہ کون سے دہبی پرشاد تھے۔ دہبی پرشاد ایک کھرے نقاد اور کہنہ مشق شاعر تھے۔

نمونہ کلام

نہبتِ عنوان ہے مضمونِ عالمِ توحید کا
مطلعِ دیواں نہ کیوں مطلع بنے خورشید کا
دیر میں ہے وہ نہ کعبے میں ہے اور ہے سب کہیں
طالبِ نظارہ کو گر ہے سلیقہ دید کا

اردو زبان کے قابل ذکر ہندو شعراء، ص ۱۰۱

اردو میں حمد گوئی، ص ۹۰

”اردو حمد و نعت پر فارسی روایت کا اثر“ ص ۴۷۷

ضیاء، ہریش چندر

(۱۹۰۷ء.....۱۹۹۱ء)

ہریش چندر رضانی ایک معزز خاندان میں آنکھ کھولی۔ الہ آباد یونیورسٹی سے بی۔ اے اردو ایل ایل بی کی ڈگریاں حاصل کیں ۱۹۳۰ء میں وکالت شروع کی حضرت نوح ناروی کے شاگرد رشید سکھد یو پر شاڈکل الہ آبادی سے شرف تلمذ حاصل کیا۔ بکل کے انتقال پر جانشین بکل کہلائے۔

نمونہ کلام

شان اعلیٰ ہے اس کی یکتا ہے
خود تماشا کی خود تماشا ہے



یہی شان بندگی ہے یہی طرز بندگی ہے
جھکے ایک بار سر جب نہ اٹھے پھر آستان سے

ماخذ: تذکرہ شعرائے رائے بریلی، ص ۱۱۳، ۱۱۴

طالب بناری، نانک پرشاد

(پیدائش.....۱۹۲۲ء)

طالب بناری بنارس میں پیدا ہوئے۔ خوش طبیعت اور پختہ ذہن کے مالک تھے۔
راخ دہلوی کے حلقہ تلامذہ میں شمولیت اختیار کی۔ انتہائی ذود گوشتے۔ ان کی پسندیدہ صنف
نظم تھی انہوں نے فکر انگیز اور اصلاحی نظمیں کہیں۔ ان کا کلام لکھنؤ، دہلی، لاہور، کے ممتاز
وسائل میں چھپتا رہا ہے۔ وہ اردو، عربی اور فارسی پر دسترس رکھتے تھے ان کی کئی نظمیں میری
نظر سے گزر رہی مثلاً ”ماں کی جہالت“ ”آفتابِ علم“ قابل ذکر ہیں۔

پہلی نظم میں وہ تقریباً سو برس قبل عورت کی تعلیم و تربیت کی جانب اشارہ کر رہے ہیں کہ
کسی دانشور نے کہا تھا کہ تم مجھے بہترین ماں دے دو میں تمہیں عمدہ معاشرہ دے دوں گا۔
دوسری نظم میں انہوں نے علم کی اہمیت پر بھرپور روشنی ڈالی ہے طالب بناری کی نظمیں پڑھنے
کے بعد یہ کہا جاسکتا ہے کہ وہ ایک پرگو، پراثر اور پختہ کار شاعر تھے۔ پروفیسر شفقت رضوی
نے سن وفات ۱۹۲۲ء اور طالب صدیقی نے ۱۹۱۴ء تحریر کی ہے۔ میں نے پروفیسر شفقت
رضوی نے کی تحقیق کو درست جانتے ہوئے۔ طالب بناری کی سن وفات ۱۹۲۲ء ہی تحریر کی
پروفیسر شفقت رضوی کے بارے میں ایک مرتبہ مجھ سے نامور محقق مشفق خواجہ نے کہا تھا کہ
عصر حاضر میں باریک بینی سے تحقیق کرنے والے اب چند ایک ہی رہ گئے ہیں۔ جن میں
ایک نام پروفیسر شفقت رضوی کا بھی شامل ہے۔

ماخذ: اردو میں حمد گوئی، ص ۷۸ اردو زبان کے قابل ذکر شعراء، ص ۱۶۸، ۱۷۰، ۱۷۱



ان کی شہ رگ سے تو قریں ہے
دیتے ہیں پتا جو دور کا



ہو علم با عمل تو نرالی ترنگ آئے
عرفان ایزدی کی بشر کو امنگ آئے



روشن ہوا جہان میں جب آفتاب علم
جب بھول دی پیر ازل نے کتاب علم
مفتوح ہو گیا جو زمانے پہ باب علم
قدرت نے جب کیا دل انساں مناب علم
حسنِ پری کا ایک مرقع جمال علم
اللہ کے وصال کا زینہ وصال علم
لے جائے راہِ راست پر وہ رہنما ہے علم
اللہ جانتا ہے کہ راہِ خدا ہے علم

طالب بنارس،، ناسک پرشاد

عاشق، مہاراجہ کلیان سنگھ

(۱۱۶۵ھ.....۱۳۳۷ھ)

عاشق، مہاراجہ کلیان سنگھ کے بارے میں زیادہ معلومات حاصل نہ کر سکا ممتاز محقق و ادیب پروفیسر شفقت رضوی نے عاشق کی سن پیدائش ۱۱۶۵ھ اور سن وفات ۱۳۳۷ھ لکھی ہے۔ عاشق کے دو اشعار پیش کر رہا ہوں۔ حمد یہ کلام میں ان کا موضوع سخن اللہ رب العزت کے جلوے، کلیم اللہ اور طور ہیں۔

نمونہ کلام

اللہ کی حمد لکھ رہا ہوں
مداح رسول کبریا ہوں

☆☆☆

عاشق ہوں دل سے بیخ تن کا
وصاف حسین و حسن کا

☆☆☆

لاساقتی پلا شراب توحید
ہو جائے ہمارے گھر میں بھی عید

☆☆☆

ہوا تیرے جلوے سے بے خود کلیم
کیا اس نے اس شعلہ سے خوف و بیم

☆☆☆

دم وصل موسیٰ ہوا بے خبر
تجلی سے تیری گرا طور بھی

ماخذ:- اردو میں حمد گوئی، ص ۸۱



ہوا تیرے جلوے سے بے خود کلیم
کیا اس نے اس شعلہ سے خوف و بیم
دم وصل موسیٰ ہوا بے خبر
تجلی سے تیری گرا طور پر

اللہ کی حمد لکھ رہا ہوں
مداح رسول کبریا ہوں
عاشق ہوں میں دل سے پنج تن کا
وصاف حسین اور حسن کا
لا نساقی پلا شراب توحید
ہو جائے ہمارے گھر میں بھی عید

(عاشق، مہاراجہ کلیان سنگھ)

عرشِ ملسیانی، پنڈت بال مکند

(۱۹۰۸ء.....)

جوشِ ملسیانی کے فز رند ارجمند پنڈت بال مکند، عرشِ ملسیانی ۱۹۰۸ء میں پیدا ہوئے فارسی، اردو پر عبور حاصل کیا۔ پنجاب یونیورسٹی سے بی اے کیا۔ بڑے باپ کے بڑے بیٹے کو شاعری کا شوق بچپن سے تھا غزل کے میدان میں انہوں نے اپنے لیے جگہ بنائی۔ ان کی شاعری میں جدیدیت کے ساتھ ساتھ روایت کی پاسداری بھی نمایاں ہے ڈاکٹر سید رفیع الدین اشفاق کے ایک خط کے جواب میں عرشِ ملسیانی لکھتے ہیں کہ ہندو پاک کے مشاعرہ میں شرکت کی۔ ریڈیو پر بے شمار تقریریں، ڈرامے اور فچر شہر ہوئے۔ ادبی مجلوں کی صدارت کی طبیعت زیادہ نمائش کی قائل نہیں۔ اردو میرا اوڑھنا بچھونا ہے اور اسی کے لیے زندگی وقف کر رکھی ہے۔ عرشِ ملسیانی نے حمد و نعت بھی کہی ان کا مجموعہ نعت ”آہنگِ حجاز“ ۱۹۵۲ء میں شائع ہوا۔ عرشِ ملسیانی کو اللہ کی رحمت پر ناز ہے اسی لئے ان کا لہجہ کبھی کبھی شکوہ کی صورت اختیار کر لیتا ہے۔

نمونہ کلام۔

ناز اگر ہے تو تیری رحمت پر
اپنے عصیاں پہ مجھ کو ناز نہیں
اک فقط مظلوم کا نالہ رسا ہوتا نہیں
اے خدا دنیا میں تیری ورنہ کیا ہوتا نہیں

ماخذ:- اردو میں نعتیہ شاعری، ص ۶۳۰-۶۳۴ اذانِ دیر، ص ۱۵۲-۱۵۶

فراق گورکھپوری، رگھوپتی سہائے

(۱۸۹۶ء.....۱۹۸۲ء)

نامور نقاد، محقق، ادیب و شاعر فراق گورکھپوری بیسویں صدی کی ایک عظیم قلم کار تھے بارہ تیرہ برس کی عمر سے شعر گوئی کا آغاز کر دیا تھا۔ انتہائی ذہین تھے کالج اور یونیورسٹی میں ہمیشہ اول پوزیشن حاصل کرتے رہے۔ ان کی شاعری حیات و کائنات کا گہرا مطالعہ کرتے ہوئے دکھائی دیتی ہے۔ اردو نظم کے حوالے سے نظیر اکبر آبادی، سودا، انیس، اقبال، حالی، اختر شیرانی، جوش کے بعد فراق گورکھپوری نے اس سلسلے کو خاطر خواہ آگے بڑھایا۔ اللہ رب العزت اور سرور انبیاء آنحضرت ﷺ سے فراق کی عقیدت و محبت کا اظہار ان کی حمد و نعت میں دیکھا جاسکتا ہے۔ ان کی حمد میں وحدت الوجود کے ساتھ ساتھ رب کائنات کی رحمت و عظمت کا ذکر ملتا ہے۔

نمونہ کلام

نظر آیا مجھے ہر رنگ میں تیرا ہی ظہور
میں نے ہر شے میں تری جلوہ نمائی دیکھی

.....☆.....

تیری رحمت پہ بڑا ناز مجھے ہے یارب
میری دنیا ترے اذکار سے منور ہے

.....☆.....

بھینی بھینی وہ بوئے خوش ہے کہ سبحان اللہ
برگ برگ ان کا وہ دلکش ہے کہ سبحان اللہ

کبیر، بھگت کبیر

کبیر ہندی کے مشہور اور مقبول شاعر گزرے ہیں وہ توحید کے قائل تھے اپنے کلام میں ”خدا ہر جگہ موجود ہے“ اور ”وہ رگ جاں سے زیادہ قریب ہے“ کو موضوع کلام بنا کر جو اشعار کہے ہیں ان کا جگن ناتھ آزاد نے اردو میں ترجمہ کیا ہے۔



اے مجھ کو تلاش کرنے والے

میں ترے قریب ہوں یہیں ہوں

تیری رگِ جاں سے بھی قریں ہوں

مندر میں نہیں قیام میرا

مسجد میں نہیں مقام میرا

کعبہ نہیں میرا آستانہ

کیلاش نہیں میرا ہے ٹھکانہ

رسموں میں گہرا ہوا نہیں میں

پردوں میں چھپا ہوا نہیں میں

میں تیرے قریب ہوں یہیں ہوں

تیری رگِ جاں سے بھی قریں ہوں

(اقتباس)

(کبیر، بھگت کبیر)

(ترجمہ، جگن ناتھ آزاد)

کوثری، دلورام

(۱۸۳۹ء.....۱۹۳۳ء)

دلورام نام، کوثر تخلص، ضلع حصار (پنجاب) کے قصبہ نانڈری میں پورنماشی شدہ پوہ سمت ۱۸۳۹ء کو پیدا ہوئے۔ اپنی برادری کے پہلے فرد تھے جو جہالت اور قدامت پرستی کے ماحول سے نکل کر جدید تعلیم اور روشن خیالی سے بہرہ اندوز ہوئے۔ رفیق الدین اشفاق نے ان کا بیان نقل کیا ہے ”میں پہلا بشتوی ہوں جس نے سب سے پہلے اپنی قوم میں تعلیم پائی۔ انٹرنس میں پڑھتا تھا کہ شوق شاعری نے دل میں گدگدی کی کہ اسی کا ہورہا۔ والد نے کوشش کر کے لاہور میں ایک ڈاکٹرز، کالج میں داخل کروایا۔ وہاں لفظ ”میجا“ کے سوا کچھ نہ سیکھ سکا۔ کالج چھوڑ کر غزل گوئی میں مصروف ہوا اور مشاعرہ میں جانے لگا۔“ کوثری نے کسی مستند استاد سخن سے رموز فن نہیں سیکھے۔ صرف اپنے وجدان کی بنا پر شاعری کی ڈاکٹر مناظر احسن گانوی نے اس بارے میں ان کا بیان تحریر کیا ہے کہ ”میں نے علما سے فن شعر، علم عروض اور فارسی لٹریچر برسوں پڑھا ہے مگر شاعری میں کسی کو استاد نہیں مانا۔“ کوثری کو اسلام اور ذات رسالت سے بڑی ارادت تھی انہوں نے حمد، نعت، منقبت، سلام اور دیگر اصناف میں طبع آزمائی کی۔ مسدس کوثری (۱۹۰۳ء) میں دیباچہ نگار غلام (لاہور) ان کے رجحانات کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ ”اس وقت ایک شخص مسمی دلورام جو بڑا پکا اور متعصب ہنرور ہے اور لاہور میں وٹرنری کالج میں داخل ہوا تھا اور کبھی کبھی مجلس عز میں بھی شریک ہوا کرتا تھا ایک روز اس شخص نے ایک جلوہ نوردیکھا کہ کالج چھوڑ کر ہمہ تن مداحی چہاروہ معصومین علیہم السلام میں مصروف ہو گیا حالانکہ شاعر بھی نہ تھا اور ملہم غیبی کی ہدایت کے موافق اپنا تخلص

کوثری رکھا۔ اس شخص سے ہر چند پوچھا جاتا ہے مگر اپنا راز بالکل ظاہر نہیں کرنا بہ فضل خدا کسی کی پروا نہیں کرتا۔ اچھی اچھی ملازمتیں ملتی ہیں مگر نہیں کی۔ کوثری نے عمر زندگی کا بڑا حصہ سیاحت میں گزارا۔ حیدر آباد (دکن)، بھوپال، رامپور، بھاو پور، میسور، پٹیالہ اور دیگر ریاستوں میں جاتے تھے ان کے کلام کی وجہ سے ان کا ہر جگہ خیر مقدم کیا جاتا تھا۔ ممتاز حسین نے کتاب ”خیر البشر کے حضور میں“ کا تعارف کرواتے ہوئے لکھا ہے کہ ”آخر عمر میں کوثر علی کوثری ہو گئے تھے۔ مگر ہندو رہے جب بھی اور مسلمان ہوئے جب بھی ان کی ساری عمر مدح رسول میں گزری۔“ کوثری کا انتقال ۲۸ دسمبر ۱۹۳۱ء کو ہوا اور وہ میانی صاحب لاہور میں دفن ہوئے۔ ان کی تصانیف میں آپ کوثر، بزم کوثری، بشارت انجیل، مسدس کوثری کے علاوہ ایک غیر منقوٹہ نعت کا مجموعہ شامل ہیں۔ زبان و بیان پر دسترس رکھنے والے دلورام کوثری نے اپنے حمد یہ کلام میں حضرت آدم علیہ السلام حضرت نوح علیہ السلام۔ حضرت خضر علیہ السلام۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام۔ حضرت یوسف علیہ السلام۔ اور آخر میں خاتم النبیین آنحضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کیا ہے۔ اس طرح کوثری کا یہ جداگانہ انداز اور الفاظ کی نشست و برخاست بھی لاجواب ہے۔ یقیناً ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ دلورام کوثری ایک صاحب طرز شاعر تھا۔

ماخذ: ”اذان دیر“ ص ۱۰۸-۱۸۰-۱۸۱



خدا نے کئے جب یہ تقسیم رتبے
تو یوں سب کو پھر قدر دانی میں رکھا
کہ آدم معز ملائک بنا کر
انہیں جنت جاودانی میں رکھا
بڑی عمر نوح نبی کو عطا کی
سلامت جو طوفاں سے پانی میں رکھا
خضر کو دیا چشمہ آب حیواں
براہیم کو باغبانی میں رکھا
دیا حسن بے مثل یوسف کو اس نے
سلیمان کو حکمرانی میں رکھا
دم زندگی بخش عیسیٰ کو بخشا
تو موسیٰ کو خوش لن ترانی میں رکھا
مرے منہ سے منظور تھی نعت احمد صلی اللہ علیہ وسلم
مجھے فرد رطب اللسانی میں رکھا

کوثری دلو رام

کشور، منشی نند کشور

(م.....۱۸۵۶ء)

نند کشور نام، کشور تخلص، منشی کینش زائے کے فرزند قصبہ بسوان ضلع سیتا پور کے رہنے والے، فارسی کی تعلیم کی تکمیل کی تھی۔ تدریس کے پیشہ سے منسلک رہے بہرائچ میں ایک اسکول کے صدر مدرس رہے۔ وہ اردو کے صیح الکلام اور پرگو شاعر تھے۔ لیکن شاگرد کسی کے نہ تھے۔ مثنوی، یوسف زلیخا، ان کی یادگار تصنیف ہے جس کی ابتدا احمد اور نعت سے چلی ہے۔ کشور کی حمد یہ شاعری قاری کو متوجہ کرتی ہے۔ انہوں نے ایک جدت اور منفرد پیرائے میں حمد یہ کلام کہا ہے۔ کشور بلاشبہ ایک قادر الکلام شاعر تھے۔

ماخذ:- ”اذان دیر“ ص ۱۸۰



ادب سے ہو قلم اس وقت چالاک
کہ ہے منظور حمد ایزد پاک
بیاں ہو کب بشر سے حمد رب کی
زباں عاجز یہاں ہوتی ہے سب کی
یہی بہتر اسے برحق سمجھ کر
ہر اک ساعت پہ دل سجدے کیا کر
ترے محبوبِ خاص اے میرے سرمد
شفیع خلق نام ان کا محمد ﷺ
شہِ اقلیم شاہِ دوسرا ہیں
شفیع المذنبین روزِ جزا ہیں

منشی نند کشور

کیفی دہلوی و تاریہ۔ پنڈت برجموہن

(۱۸۶۶ء.....۱۹۵۵ء)

کیفی دہلوی و تاریہ کنہیا لال کے گھر ۱۸۶۶ء کو پیدا ہوئے۔ والد کا سایہ بچپن میں سر سے اٹھ گیا۔ محنت اور لگن سے تعلیم کا سلسلہ جاری رکھا۔ آگے جا کے عربی، فارسی، اردو، سنسکرت اور ہندی زبانوں پر بھرپور دسترس رکھتے تھے۔ مولانا الطاف حسین حالی کے تلامذہ میں شامل تھے۔ صف اول کے تنقید نگار اور شاعری میں منفرد مقام کے مالک تھے۔ کیفی کا مجموعہ کلام ”واردات“ شائع ہو کر پذیرائی حاصل کر چکا ہے۔ کیفی کی دیگر تصانیف کچھ اس طرح ہیں۔ خم خانہ کیفی، منشورات، پریم ترگنی، آئینہ ہند، خمسہ کیفی، تو زک قیصری کیفیہ، شوکت ہند، جگ بیتی، مرآۃ خیال، عورت اور اس کی تعلیم، پریم دیوی، مراری دادا، لاج دلاری، نہتاراجہ، ناگزیر قیل و قال، طالب صدیقی تحریر کرتے ہیں کہ کیفی کا پنجاب میں ایک مدت قیام رہا۔ علم و ادب اور شعر و سخن سے پنجاب کی بہت سی شخصیات کو سیراب کیا تقسیم ملک کے نتیجے میں لاہور چھوڑنے پر مجبور ہو کر واپس دہلی چلے گئے۔

اس نابغہ روزگار شخصیت کا انتقال ۱۹۵۵ء کو ہوا۔ نمونہ کلام۔

تھی بھست محمود خداوند کو منظور

تھا پھل وہ بشارت کا نتیجہ نہ دعا کا

☆☆☆

فرط سوزِ الفت میں دیکھ کر سکوں دل کا

بجلیا مچلتی ہیں بادلوں کے محشر میں

☆☆☆

ہوں وہ رند یا صوفی، مست اس کی دھن میں ہیں

جانے کتنے میخانے بھر دیے ہیں کوثر میں

ماخذ:- اردو زبان کے قابل ذکر ہندو شعراء، ص ۱۵۳-۱۵۴ ارمغانِ نعت، ص ۳۷۶

لطف، گرونائن

(۱۸۶۵ء.....۱۹۳۳ء)

منشی گرونائن لطف پرانی تہذیب کے دلدادہ وضع قطع کے اعلیٰ انسان تھے۔ پیشہ قانون تھا۔ گفتگو میں سنجیدگی تھی رائے بریلی سے تعلق تھا کلام میں کیف و وارثی کا عنصر پایا جاتا ہے۔

نمونہ کلام

دریا میں روانی بھی تیرے ہی کرم سے ہے
ہر صبح سہانی بھی تیرے ہی کرم سے ہے
ہیں شکر کروں تیرا ہر سانس میں اے مولا
یہ میری جوانی بھی تیرے ہی کرم سے ہے
میں نام رالے کر کرتا ہوں مجلہ دل
آنکھوں میں جو پانی ہے تیرے ہی کرم سے ہے

تذکرہ شعرائے رائے بریلی، ص ۳۲

ماخذ: ”سوریا“ سہ ماہی۔ کلکتہ ۱۹۶۱ء ص ۵۳

محروم، تلوک چند

(۱۸۸۷ء.....۱۹۶۵ء)

تلوک چند نام، محروم تخلص، بھگت دیال کے فرزند، گوجرانوالہ میں پیدا ہوئے۔ گریجویٹ ہونے کے بعد انگلش ٹیچر کی حیثیت سے پیشہ ورانہ مصروفیات کا آغاز کیا ۱۹۴۴ء میں گورڈن کالج راولپنڈی میں پروفیسر ہو گئے۔ تقسیم ہند کے بعد بھارت چلے گئے اور پنجاب یونیورسٹی کیمپس کالج میں پڑھانے لگے۔ محروم دور جدید کے ممتاز نظم گو شاعر تھے کاوران وطن، گنج معانی اور شعلہ نوالان کے کلام کے مجموعے شائع ہو چکے ہیں۔ وہ اسلامی تعلیمات سے متاثر اور وحدت باری تعالیٰ کے قائل تھے ان کے مجموعے ”گنج معانی“ کا ایک حصہ وحدت کے اظہار پر مشتمل ہے اس حوالہ سے ان کی نظمیں زمزمہ توحید، ترانہ وحدت، تو ہی تو ہے، یہ کس کے جلوے ہیں سارے، راز ہستی سرور ازیلی، قابل ذکر ہیں۔ تلوک چند کا شمار ان کے دور کے نمایاں شعرا میں ہوتا ہے۔ ان کی حمدیہ شاعری پر وحدت الوجود کا اثر غالب ہے محروم کی شاعری: بان دل کی شاعری ہے۔

ماخذ:- ”اذان دیر“ ص ۱۱۵-۱۸۲



ہر ذرہ میں ہے ظہور تیرا
ہے برق و شرر میں نور تیرا
افسانہ ترا جہاں تہاں ہے
چمچا ہے قریب و دور تیرا
ہر ذرہ خاک میں ہے لمعہ
مخصوص نہیں ہے طور تیرا
محتاج شراب و جام کب ہے
جس دل کو ہوا سرور تیرا
گاتے ہیں شجر ہوا میں کیا کیا
دم بھرتے ہیں سب طیور تیرا
تو جلوہ فگن کہاں نہیں ہے
وہ جا نہیں تو جہاں نہیں ہے

محروم تلوک چند



نہ دل میں وہ ہنگامہ آرزو ہے
نہ آنکھوں میں بیتابی جستجو ہے
نہ لب پر غمِ ہجر کی گفتگو ہے
نہ وحشت نہ وہ شورشِ ہاؤہو ہے

جدھر دیکھتا ہوں ادھر تو ہی تو ہے

مہ و مہر کی جلوہ سامانیوں میں
طیورِ سحر کی نوا خوانیوں میں
فضائے چمن کی گل افشانیوں میں
ہواؤں میں خشکی میں اور پانیوں میں
جدھر دیکھتا ہوں ادھر تو ہی تو ہے

شجر میں حجر میں گل و خار میں تو
گلستاں میں تو برگ اور بار میں تو
بیاباں و صحرا و گل زار میں تو
عیان وادی و دشت و کہسار میں تو

جدھر دیکھتا ہوں ادھر تو ہی تو ہے

جدھر دیکھتا ہوں تجھے دیکھتا ہوں

نظر حسن جاں بخش پر تیرے مفتوں

سر خاک و بالائے ایوان گردوں

بصد جلوہ ظاہر تری ذات بے چوں

جدھر دیکھتا ہوں ادھر تو ہی تو ہے

محرورم تلوک چند



ہے نظارہ محو حیرت اس جہاں میں تو ہی تو ہے
کہیں آب و گل میں تو ہے کہیں گل میں رنگ و بو ہے
مہ و مہر میں درخشاں تو نجوم میں ہے تاباں
ترا نور ہر طرف ہے تیرا جلوہ چار سو ہے
دل سنگ میں شرر تو تو فلک پہ ہے قمر تو
ہے زمیں پہ جلوہ گر تو سرِ آسماں بھی تو ہے
تو ہی بحر میں رواں ہے تو نسیم میں نہاں ہے
تو یہاں نہیں وہاں ہے یہ فضول گفتگو ہے
ترے شوق میں بہائے ہیں چمن نے اہکِ شبنم
تو اسی سے اس کی رونق ہے اسی سے آبرو ہے
ترے عشق میں ہوا ہے گل تر جو چاک داماں
تو اسی سے اس چمن میں وہ بہت شگفتہ رو ہے
وہ کرشمہ اب دکھا دے کہ رہے مری زباں پر
مجھے تیری آرزو ہے مجھے تیری آرزو ہے

محروم تلوک چند



زمزمہ توحید

یہ سبزہ و گل یہ زمیں

یہ غنچہ یہ عرش بریں

یہ آفتاب آتشیں

یہ نجم یہ ماہ مبین

منظہر تری قدرت کے ہیں

شاہد تری صنعت کے ہیں

اے صانع ارض و سما

تاباں جو یہ اجرام ہیں

روشن جو یہ اجسام ہیں

مینائے آتش فام ہیں

قدرت کے رنگین جام ہیں

ان سب میں ہے نورِ ازل

اے خالق صد عز و جل

پر تو رنگن جلوہ نما

کھسار و دشت و بحر و بر
ارض و سما شمس و قمر
ہستی بے بود - بشر
اک اک شجر اک اک حجر

تیرے سوا فانی ہیں سب
اے کردگار روز و شب
ہے اک فقط تجھ کو بقا

یہ	جنبش	باہر	رواں
یہ	شونخ	آب	رواں
یہ	نکبت	عنبر	فشاں
یہ	طائران	نغمہ	زن

اک اک میں قدرت ہے تری
کثرت میں وحدت ہے تری
خلاق بے چون و چرا

ہر سنگ میں تو ہے شرر
ہر رنگ میں ہے جلوہ گر
ذروں میں تشریحِ سحر
تاروں کے جھرمٹ میں قمر

آنکھوں میں تو ہے دل میں تو
لیلیٰ ہے ہر محفل میں تو
ہر شے میں جلوہ ہے ترا

تو رنگِ افروزِ چمن
تو جلوہٴ سر و سمن
تو رونقِ بزمِ کہن
تو زیبِ شمعِ انجمن

اف رے خود آرائی تری
اے شانِ یکتائی تری
آئینہٴ وحدت نما

خلاقِ بے پایاں ہے تو
 آسائشِ دوراں ہے تو
 ہر درد کا درماں ہے تو
 یعنی شکیبِ جاں ہے تو
 اے چارہ ساز اے چارہ گر
 اے چارۂ دردِ جگر
 اے درد مندوں کی دوا
 اے عفوِ بخشِ عاصیاں
 اے دستگیرِ بے کسان
 رحمت ہے تیری بادباں
 شفقت ہے ساحل کا نشاں
 تیرا کرم بادِ صبا
 ہر کشتیِ کمزور کا
 طوفاں میں تو ہے ناخدا

اے مرجع شاہ و گدا
اے خلق کے حاجت روا
اے گمراہوں کے رہنما
اے ناتوانوں کے عصا

اے مونسِ رنج و الم
چارہ گرِ بیمارِ غم

ہستی میں اک طوفاں ہے تو
ہر موج میں پنہاں ہے تو
اک قلم جو شاں ہے تو
اک بحرِ بے پایاں ہے تو

مبدائے سر جوشِ عطا

تیری نہیں کچھ ابتدا

تیری نہیں کچھ انتہا

تلوک چند محروم

مہر، سورج نرائن

(۱۸۶۰ء.....۱۹۳۳ء)

سورج نرائن مہر کی نظم ”رمز عرفان“ کو خاصی مقبولیت حاصل ہوئی۔ نوجوانی میں ایک قومی نظم لکھی اس نظم نے اہل سخن کو اپنی طرف متوجہ کیا مہر کو فارسی، اردو، انگریزی اور سنسکرت پر عبور حاصل تھا۔ مہر نے یادگار نظمیں کہیں۔ خواجہ محمد شفیع دہلوی اور مولانا اسماعیل میرٹھی کے بعد مہر کا نام نظموں کے حوالے سے معتبر مانا جاتا ہے۔ غزل کے میدان میں بھی ان کی شاعری زندگی کے حسن کو بیان کرتے ہوئے لطیف احساسات و مشاہدات کا احساس دلاتی ہے۔ اردو کا شاید کوئی شاعر ہو جس نے حمد و طہمت نہ کہی ہو۔ مہر کی نظم ”رمز عرفان“ کا آغاز نہیں حمد باری تعالیٰ سے ہوا۔ وہ کہتے ہیں کہ میں کیوں اللہ رب العزت کے دیدار کی آرزو کروں میں کیوں اس کی جستجو کروں، کیوں کہ میرا رب تو ہر جگہ موجود ہے۔ اس کے جلوے تو کوہو موجود ہیں۔ مہر کی کہی ہوئی حمد کے مطالعے سے محسوس ہوتا ہے کہ انہوں نے قرآن پاک کا مطالعہ کیا ہے میرے خیال میں وہ آخری وقت میں غالباً مسلمان ہو گئے ہوں۔

نہ دل مہر کا جستجو میں حزیں ہے

کہ شہ رگ سے بھی تو مرے رب قرین ہے

ماخذ:- اذان ویر، ص ۱۳۳-۱۵۹

اردو زبان کے قابل ذکر ہندو شعراء، ص ۱۶۰-۱۶۳



غلط ہے کہ دیدار کی آرزو ہے
غلط ہے کہ مجھ کو تری جستجو ہے
ترا جلوہ اے جلوہ گر کو بکو ہے
حضورؐی ہے ہر وقت تو روبرو ہے

جدھر دیکھتا ہوں ادھر تو ہی تو ہے

ہر اک گل میں بو ہو کے تو ہی بسا ہے
صدا ہائے بلبل میں تیری نوا ہے
چمن فیض قدرت سے تیری ہرا ہے
بہارِ گلستاں میں جلوہ ترا ہے

جدھر دیکھنا ہوں ادھر تو ہی تو ہے

تسینوں میں جو حسن و ناز و ادا ہے
تو عشاق میں عشق وصل و صفا ہے
مجاز و حقیقت میں جلوہ ترا ہے
جہاں جائے ایک تو رونما ہے

جدھر دیکھتا ہوں ادھر تو ہی تو ہے

نہ دل مہر کا جستجو میں حزیں ہے
کہ شہ رگ سے بھی تو زیادہ قریں ہے
غلط نام و صورت حجاب آفریں ہے
مگر آنکھ سے پھر بھی پردہ نہیں ہے

جدھر دیکھتا ہوں ادھر تو ہی تو ہے

مہر سورج نارائن

مدہوش، سنت پرشاو

(پیدائش.....۱۹۰۶ء)

کاستھ گرانے میں پیدا ہونے والے سنت پرشاو مدہوش نے الہ آباد یونیورسٹی سے بی اے اور آگرہ یونیورسٹی سے ایم اے کی اسناد حاصل کیں۔ شرافت اور انسانیت کے پیکر تھے۔ عربی، فارسی، سنسکرت زبانوں پر عبور تھا۔ مولانا روم، حافظ شیرازی، گرونانک اور کالی داس ان کے پسندیدہ شاعر تھے۔ ان کا رجحان تصوف کی جانب تھا ممتاز نقاد و شاعر فراق گورکھ پوری تحریر کرتے ہیں کہ سنت پرشاو مدہوش نے اپنی وسیع علمی کے حصول زر کا وسیلہ نہیں بنایا ورنہ ان جیسی علمی سطح کا شخص بہت کچھ دولت کمانے میں کامیاب ہو سکتا تھا۔ انہوں نے علم کو آگہی حاصل کرنے۔ ذہن کو جلا دینے اور آگہی کی دولت بانٹنے کے لیے حاصل کیا۔ اور یہی وہ تمام عمر کرتے رہے۔ وہ بڑے عالی کردار، بے غرض، بے تعصب، اور وسیع المشرب شخص تھے۔ ایسے لوگ دنیا میں بہت کم پیدا ہوتے ہیں۔

نمونہ کلام

تم تو مدہوش یہ دعا مانگو

مانگو اللہ کی رضا مانگو

☆☆☆

کیا بتائیں تمہیں کہ کیا ہیں ہم

مرکبِ جلوۂ خدا ہیں ہم

ماخذ:- اردو زبان کے قابل ذکر ہندو شعراء، ص ۱۷۶، ۱۷۹..... ماہنامہ ”آجکل“ ڈھاکہ ص ۲۳

ملا، آئند نرائن

(پیدائش.....۱۹۰۱ء)

ملا آئند نرائن کی سن پیدائش ۱۹۰۱ء ہے وہ جگت نرائن ملا کے گھر لکھنؤ میں پیدا ہوئے
انہوں نے اے اور ایل ایل بی کے امتحانات میں اچھے نمبروں سے کامیابی حاصل کی۔ وہ الہ آباد
ہائی کورٹ کے جج کے عہدے پر فائز ہوئے۔ ملا نے کسی شاعر سے اصلاح نہیں لی بلکہ
انہوں نے اپنی شاعری میں خود ہی نکھار پیدا کیا۔ ان کا مجموعہ کلام ”جوئے شیر“ ۱۹۴۹ء میں
شائع ہوا۔ ان کی حمدیہ شاعری میں اقبال کا عکس محسوس ہوتا ہے۔

نمونہ کلام

رحمت تجھے کرنی ہے تو شایان کرم کر
دینا ہے تو یوں دے کہ امیدوں سے سوا ہو

☆☆☆

کرم پر نہ ہو ناز اہل کرم کو
کہ ہے دینے والا خدا ہر کسی کو

☆☆☆

تری ہستی سے منکر ہوتے جاتے ہیں جہاں والے
سنبھال اپنی خدائی کو ذرا اے آسمان والے

ماخذ:- ”اذانِ دیر“ ص ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۸

منظر، کے۔ مدنا

(پیدائش.....۱۹۲۰ء)

منظر، کے۔ مدنا کا ایک خوبصورت شعر جس نے مجھے ایک عرصہ تک اپنے حصار میں رکھا۔

خدائے دو جہاں جس پر ہوا شیدا وہی جانے

وہ کیا انداز ہوگا کیا ادائے دلبری ہوگی

یہ شعر ”اذانِ دیر“ میں منظر کے نام اور سن پیدائش کے ساتھ صفحہ ۱۶۲ پر موجود ہے۔ جیسا کہ میں پہلے بھی عرض کرتا رہا ہوں کہ متقدمین میں حمد کہنے کا رجحان بہت کم تھا ایک رسم تھی کہ ایک حمد و گز نہ صرف ایک قطعہ یا ایک رباعی یا پھر ایک شعر ہی کہہ لیتے تھے یہی وجہ ہے کہ اردو حمد یہ ادب میں حمد بہت کم اور نعت نسبتاً زیادہ کہی گئی چنانچہ منظر، کے۔ مدنا کے چند ایک ہی حمد یہ اشعار ملتے ہیں۔ منظر کی حمد و نعت میں والہانہ پن کے ساتھ ساتھ فکر و عمل کی لہریں اپنی حدود کے اندر نظر آتی ہیں۔ نور احمد میرٹھی تحریر فرماتے ہیں کہ منظر کے مدنا کرناٹک کے ضلع گلبرگہ کے مقام تماپور میں پیدا ہوئے ایم بی بی ایس (عثمانیہ) اور ایف۔ سی۔ جی۔ پی۔ (بھارت) ہیں منظر کو کئی زبانوں پر دسترس حاصل ہے۔ آپ کے پانچ شعری مجموعے بالترتیب ”عرفانِ سخن“، ”آئینہ عرفان“، ”حسن عرفان“ اور منظر بہ منظر، شائع ہو چکے ہیں آپ کو سرکاری طور انعام سے بھی نوازا گیا۔

نمونہ کلام

خدا خود میزباں ٹھہرا حبیب پاک کا اپنے
تو پھر قدرت نے اس کی میزبانی کیا نہ کی ہوگی
خدا اس کا ہے اور ساری خدائی بھی اس کی ہے
حمد ہو گئے جس کے پھر اس کو کیا کی ہوگی

ماخذ:- بہر زماں بہر زباں، ص ۵۶۸-۵۶۹ اذانِ دیر، ص ۱۶۲

منور لکھنوی، یشیشور پرشاد

(۱۸۹۷ء.....۱۹۷۰ء)

اردو کے ابتدائی دور سے لے کر ۱۹۷۰ء تک یہ روایت قائم رہی کہ غزل، مثنوی اور مرثیے کا آغاز حمد و نعت سے کیا جاتا اور یہ ضروری نہیں حمد و نعت طویل ہو کہیں کہیں تو حمد و نعت کا ایک ایک شعر بھی ملتا ہے لیکن منور لکھنوی کی طویل حمدیں بھی نظر سے گزری ہیں۔ یشیشور ناتھ منور ۱۸۹۷ء کو پیدا ہوئے ۱۹۷۰ء میں دنیائے فانی کو خیر آباد کہا۔ منور کی دو نظمیں ”خدا کا ہاتھ اور نعرہ توحید“ مقبولیت کے درجے پر فائز ہوئیں منور کی حمد یہ شاعری میں حسنِ بیاں کی نیرنگیاں بھی ہیں اور پروازِ فکر کی تابانیاں بھی وہ اپنے قاری کو دعوتِ فکر و نظر دیتے ہوئے گویا ہیں۔

مہ پر نور ہوں میں میر درخشاں ہوں میں
ذڑہ ذڑہ میں ضیا بن کے نمایاں ہوں میں
چپے چپے پہ عیاں جوشِ نمو مجھ سے ہے
چمن دہر کے ہر پھول میں بو مجھ سے ہے

الغرض منور اپنے دور کے کامیاب شاعر ہیں ان کا حمد یہ کلام ہمیں ان کی یاد دلاتا رہے گا۔

اخذ:- بہر زماں بہر زباں، ص ۵۷۰

اذانِ دیر، ص ۱۳۰





مہر پر نور ہوں میں مہر درخشاں ہوں میں
ذره ذرہ میں ضیا بن کے نمایاں ہوں میں
چپے چپے پہ عیاں جوشِ نمو مجھ سے ہے
چمنِ دہر کے ہر پھول میں بو مجھ سے ہے
جلوہ زا خندۂ گلرِیزِ سحر میں ہوں میں
رونما حسنِ تجلیِ شرر میں ہوں میں
جو حسینوں میں ادا ہے وہ ادا ہے میری
پردۂ حسنِ دل آرا میں ضیا ہے میری
رند ہوں ساغر و مے ساقی و مینا ہوں میں
دیکھتی ہے جسے دنیا وہ تماشا ہوں میں
شمعِ سوزاں بھی ہوں پروانہٴ محفل بھی ہوں میں
میں مسافر ہوں مسافر کی منازل بھی ہوں میں
میزباں ہوں میں کہیں اور کہیں مہماں ہوں میں
یونہی ہر چیز میں ہر سمت نمایاں ہوں میں

سرمایہ عطا کیا ہے سب کچھ تو نے
بخشا مجھے اے خدا ہے سب کچھ تو نے
پھیلاؤں ہاتھ کیا کسی کے آگے
بے مانگے ہی جب دیا ہے سب کچھ تو نے

کچھ دخل نہیں کسی کا اس میں غافل
جو کچھ کرتا ہے سب خدا کرتا ہے

حیف اس پہ جو قائل تری قدرت کا نہیں
حیف اس پہ جو قابل تری الفت کا نہیں
قسمت ہی خواب ہے الہی اس کی
طالب تجھ سے جو تری رحمت کا نہیں

مانا جلوہ نہیں دکھایا ہوگا
مانا موسیٰ کو غش بھی آیا ہوگا
میرے لئے کب زمانہ آئے گا وہ
جب آنکھوں میں تو ہی تو سایا ہوگا

.....☆.....

آؤں گا یہاں کبھی وہاں جاؤں گا
لے جائے گا تو مجھ کو جہاں جاؤں گا
ہے کون جگہ جہاں نہیں تو موجود
میں تجھ سے جدا رہ کے کہاں جاؤں گا

.....☆.....

دل میں مرے یارب جو ہو مسکن تیرا
آنکھوں میں بھی ہو جلوۂ روشن تیرا
عافل نہ رہوں یاد سے دم بھر تیری
چھوٹے نہ کبھی ہاتھ سے دامن تیرا

منور۔ یکشور ناتھ

۱۲۹

گلشنِ حمد

مینک، کے۔ کے سنگھ

کے۔ کے سنگھ نام، مینک تخلص، متھرا میں پیدا ہوئے۔ اردو اور ہندی کے معروف شاعر ہیں حضرت صوفی بسمل نقشبندی کے تربیت میں رہے اس لئے جس توجہ سے بھجن لکھے ہیں اسی جذبہ اخلاص و عقیدت سے حمد، نعت، سلام، منقبت بھی لکھتے رہے ہیں۔ اردو اور ہندی کلام کے متعدد مجموعے شائع ہو چکے ہیں۔ جن میں ”کچھ گیت انام کے ”جذبہ عشق“ مینک کی غزلیں، مینک کی شاعری اور جنون کے علاوہ نعتوں کا مجموعہ ”سمت کاشی سے چلا“ شامل ہیں۔

نمونہ کلام ہے۔

درد کی ، اے خدا دوا دے دے
مستقل تو مجھے شفا دے دے
حمد زیبا ہے میرے مالک کو
کوئی ، گھر گھر میں یہ صدا دے دے

ماخذ:- ”اذان دیر“ ص ۱۸۳

نانک، گورونانک جی

(۱۴۶۹ء.....۱۵۳۹ء)

بابا گورونانک جی قصبہ تلومنڈی میں ۱۴۶۹ء کو پیدا ہوئے۔ گورونانک کا کلام کتاب گرنٹھ صاحب میں موجود ہے۔ بابا گورونانک جی نے حمد و نعت بھی کہی۔ بابا گورونانک نے زندگی بھر انسانیت کا درس دیا۔ بابا صاحب نے دنیائے فانی کو ۱۵۳۹ء میں خیر باد کہا۔

نمونہ کلام

ساس ماس سب جو ہے تیرا تو ہے کھرا پیار
نانک شاعر یوں کہے ہے سچا پروردگار

ماخذ: "اذانِ دیر" ص ۱۳۷-۱۳۸

نہال چند لاہوری

نہال چند کا آبائی شہر دہلی تھا۔ لاہور میں سکونت کی وجہ سے لاہوری کہلائے۔ ۱۸۰۰ء میں فورٹ ولیم کالج سے وابستگی، جان گلکرسٹ کے ایماں پر ہوئی آپ کی تصنیف ”گل بکاڈلی“ کو حد درجہ شہرت حاصل ہوئی یہ کتاب پہلے فارسی میں چھپی۔ ۱۸۰۳ء میں اردو ترجمہ کے ساتھ شائع ہوئی متقدمین میں شخصی قصیدہ گوئی برائے منعت کاروگ پایا جاتا تھا۔ چنانچہ نہال چند نے بھی جان گلکرسٹ کی شان میں ایک قصیدہ لکھا۔ قصیدے کے کچھ اشعار پر ایسا گماں ہوتا ہے کہ جیسے کسی خدا کی تعریف ہو رہی ہے (معاذ اللہ)۔

نہال چند اپنے حقیقی خدا سے اس طرح باتچی ہیں۔ نمونہ کلام۔

غرض جس طرح سے کیا ان کو شاد
ہماری بھی دے یا الہی مراد

☆☆☆

جھک کے ساقی یہ دعا دیتے ہیں دینے والے
یا الہی رہیں آباد پلانے والے

☆☆☆

قدرت نے دی ہے روشنی جس کو دماغ کی
ہوتی نہیں ہے ان کی ضرورت چراغ کی

ماخذ:- تاریخ زبان و ادب،، ص ۲۷۳..... اردو زبان کے قابل ذکر ہندو شعراء،، ص ۵۲-۵۳

نسیم لکھنوی، دیاشکر

(۱۸۱۱ء.....۱۸۴۵ء)

دیاشکر نام، نسیم تخلص، والد ان کے گنگا پرشاد تھے۔ دبستان لکھنؤ کے اہم شاعر مانے جاتے تھے۔ خواجہ حیدر بخش آتش کے ارشد تلامذہ میں شمار ہوتا تھا۔ یوں تو دیگر اصنافِ سخن میں طبع آزمائی کی تھی لیکن ان کی شہرت مثنوی ”گلزارِ نسیم“ کی وجہ سے جسے اہل لکھنؤ میر حسن کی مثنوی سحرالبیان کے مقابلے میں پیش کرتے ہیں اکثر اہل علم نے ہردو کا موازنہ کیا ہے کسی نے سحرالبیان کو فوقیت دی ہے کسی نے گلزارِ نسیم کو۔ ان کی شاعری لکھنؤ کے مخصوص انداز کی نکھری ہوئی شکل ہے۔ جو ہردیو بندی نے اپنے تذکرہ ”مدح گنگ“ میں لکھا ہے کہ نسیم نے ترک مذہب کیا اور اسلام قبول کر لیا تھا۔

حیدر بخش آتش کے شاگرد نسیم لکھنوی نے استاد کے نام روشن کر کے اپنا صف اول کے شعرا میں درج کرا لیا۔ نسیم نے حمدیہ شاعری میں ایمان افروز شگوفہ کاری کے جو ہر دکھائے میں نسیم کا حمدیہ کلام اپنے اندر بھرپور تاثیر رکھتا ہے۔

ماخذ:- ”اذانِ دیر“ ص ۱۳۰-۱۸۵



ہر اک مقام میں ہے جلوہ خدائے مغفور
کسی جگہ وہ نمایاں کسی جگہ مستور
اسی کے حسن سے تاباں ہوئے ہیں شمس و قمر
اسی کے نور سے روشن ہوا ہے فعلیہ طور
اسی کے حسن سے گلشن ہے غیرتِ فردوس
اسی کے فیض سے ہر گل ہے رہکِ حور و قصور
اسی کی شان کرم کا ہے یہ کرشمہ خاص
گناہ گار بھی رحمت پہ ہو گیا مغرور
اسی کے میگذہ خامی کا ہے یہ احساں
ہر ایک آنکھ میں ہے بادۂ طرب کا سرور
اسی کے حسن عنایت سے ہے جہاں آباد
اسی کے جلوۂ رحمت سے ہے خلا معمور
غرض وہ روح مجرد ہر ایک جسم میں ہے
ہر ایک ذرے میں ہے اس بسیط کل کا ظہور
رخ سحر کی ضیا میں بھی ہے وہ جلوہ فروز
ہب سیاہ کی ظلمت میں بھی ہے وہ مستور

نسیم دیا شنکر



ہر شاخ میں ہے شگوفہ کاری
شمرہ ہے قلم کا حمد باری
کرتا ہے یہ دو زباں سے یکسر
حمد حق و مدحت پیمبر
پانچ انگلیوں میں یہ حرف زن ہے
یعنی کے مطیع پنج تن ہے
ختم اس پہ ہوئی سخن پرستی
کرتا ہے زباں کو پیش دستی

نسیم دیاشکر

نسیم، لالہ فتح چند

(۱۸۹۳ء.....۱۹۸۳ء)

”اذانِ دیر“ (غیر مسلم شعراء کا حمد یہ کلام) مرتب: طاہر سلطانی ۱۹۹۷ء میں ممتاز محقق پروفیسر شفقت رضوی رقمطراز ہیں کہ ”غیر مسلم شعراء نے مثنویوں کی ابتداء حمد اور اس کے بعد نعت لکھی ہے۔ بعض شعراء نے نعتیہ کلام میں بھی اس التزام کو باقی رکھا ہے۔

بعض غیر مسلم شعراء کے حمد یہ، نعتیہ کلام کے مطالعے سے محسوس ہوتا ہے کہ یہ حضرات مسلمان ہو گئے تھے یہی صورت حال نسیم کے کلام میں محسوس ہوتی ہے معروف محقق نور احمد میرٹھی ”بہر زماں بہر زباں“ میں نسیم فتح چند کے بارے میں لکھتے ہیں کہ ”وہ ۱۸۹۳ء کو ڈیرہ اسماعیل خاں میں پیدا ہوئے۔ ۱۹۸۳ء کو دہلی میں انتقال ہوا۔“

نمونہ کلام

شایاں ہے حمد ایک فقط کردگار کو
اور مدح ذاتِ پاک کو عالی وقار کو

ماخذ:- بہر زماں بہر زباں، ص ۵۹۴

نذیر قیصر

نذیر قیصر مذہباً عیسائی ہیں۔ اردو اور پنجابی زبانوں میں شاعری کرتے ہیں۔ صحافت سے تعلق تھا اردو کے کئی شعری مجموعے شائع ہو چکے ہیں۔ مثلاً تیری دنیا ۱۹۷۹ء آنکھیں چہرہ ہاتھ ۱۹۶۸ء گنبد خوف سے بشارت ۱۹۸۴ء۔ حمد و نعت جیسی اصناف میں بھی طبع آزمائی کی ہے۔ ان کے نعتیہ کلام کا مجموعہ ”اے ہوا موذن ہو“ ۱۹۹۲ء میں شائع ہو چکے ہیں۔ نذیر کی شاعری میں استعارے، کنائے اور تشبیعات کا استعمال زیادہ کیا گیا ہے۔ بہر کیف نذیر کی شاعری کی پذیرائی ہونی چاہیے۔ نذیر بھی نظریہ وحدت الوجود کے قائل ہیں۔

ماخذ: ”اذانِ دیر“ ص ۱۳۹-۱۸۳



چاہے ایک اشارا تیرا
لہر تیری ہے کنارا تیرا
کشتیاں تیری ساحل تیرے
بادباں تیرا ستارا تیرا
پھول کھلنا ہے نشانی تیری
چاند ابھرنا ہے اشارا تیرا



وہی حرف حرف صدا صدا وہی لوح لوح قلم قلم
کہیں جس گل کہیں نقش پا وہی لوح لوح قلم قلم
وہی ہست ہے وہی بود ہے وہی رنگ و بو کی نمود ہے
وہی عکس ہے وہی آئینہ وہی لوح لوح قلم قلم

وہی یم بہ یم وہی جو بہ جو وہی لہر لہر کی جستجو
وہی بادباں اور وہی ہوا وہی لوح لوح قلم قلم
وہی منزلوں کا سراغ ہے وہی طاق شب میں چراغ ہے
وہی رہگزر وہی قافلہ وہی لوح لوح قلم قلم
وہی پھول ہے وہی بر ہے وہی امتحان میں صبر ہے
وہی شام جبر میں حوصلہ وہی لوح لوح قلم قلم

نذیر قیصر

نفیس بھوپالی، تھامس جمیز بیٹسٹ

(پیدائش.....۱۸۶۰ء)

اردو زبان نے بڑی تیزی سے ترقی کی یہ زبان دنیا کے ہر ملک میں بولی اور سمجھی جا رہی ہے۔ ہر ملک نے اپنی یونیورسٹیوں میں شعبہ اردو قائم کیا ہوا ہے۔ اسی زبان کی محبت میں فرانس کا ایک باشندہ آئزک بیٹسٹ ۱۸۵۴ء میں ہندوستان آیا بھوپال میں نواب سکندر جہاں بیگم کے عہد میں، پرنس آف ویلز نامی اسکول میں ہیڈ ماسٹر کے منصب پر فائز ہوئے۔ ۱۸۶۰ء میں آئزک کے گھر میں ایک بچے نے جنم لیا۔ بچے کا نام تھامس جمیز بیٹسٹ رکھا گیا۔ تھامس پیدا تو بھوپال میں ہوا تاہم وہ فرانسی، پرتگالی، انگریزی زبانیں بھی جانتا تھا۔ ”امی شعراء“ کے مصنف و مولف شاہ عزیز الکلام تحریر کرتے ہیں کہ تھامس نفیس بھوپالی سن شعور کو پہنچ کر امیر مینائی کے حلقہ تلامذہ میں شامل ہو گئے۔ استاد کی اصلاح و رہنمائی سے ان کا بھوپال کے مشاہیر شعراء میں شمار ہوتا تھا۔ جنہوں نے بھوپال کے شعر و سخن کو حیات دوام بخشی۔ تھامس مسلمانوں کے اخلاق و معاشرت سے متاثر ہو کر ۱۸۹۳ء میں مسلمان ہو گئے تھے۔ نفیس بھوپالی کی شاعری وارتگی کا اعلیٰ نمونہ ہے ان کی شاعری میں سادگی، روانی کے ساتھ ساتھ دلکش تراکیب نمایاں ہیں۔

نمونہ کلام

زاہد جو تجھ کو اپنی عبادت پہ ناز ہے
میں بھی گناہگار ہوں رتِ غفور کا
مرتے ہیں اور حسنِ عمل پاس کچھ نہیں
توشہ نہیں بغل میں ارادہ ہے دور کا

ماخذ: اردو کے امی شعراء، ص ۲۳۶

نیساں، فشی ماتا پر شاد

(۱۸۶۰ء.....۱۹۳۷ء)

فشی ماتا پر شاد نیساں ۱۸۶۰ء میں پیدا ہوئے۔ ۱۹۳۷ء کو دنیائے بے ثبات کو خیر باد کہا۔ وہ بزرگان دین سے عقیدت رکھتے تھے انہوں نے ایک بزرگ کے بارے میں ایک شاندار مثنوی تصنیف کی نیساں ان بزرگ سے بے حد عقیدت و محبت رکھتے تھے۔ اس مثنوی کا آغاز مناجات سے ہوتا ہے۔ مناجات حمد کی دوسری شکل ہے۔ قرآن مجید فرقانِ حمید کا آواز بھی اللہ رب العزت نے قلب کے تاروں کو چھونے والی حمد و مناجات سے کیا ہے۔ نیساں کی مناجات کے مطالعے کے بعد مجھے یہ کہنے میں کوئی عار نہیں کہ نیساں ایک قادر الکلام شاعر تھے۔ ان کی شاعری میں فصاحت و بلاغت موجود ہے۔

ماخذ:- اردو میں حمد گوئی،، ص ۱۰۰-۱۰۱



الہی دے قلم کو وہ روانی
کہ دریا شرم سے ہو پانی پانی
جو مضمون باندھوں وہ بندش میں آجائے
سمندر میرے کوزے میں سا جائے
رسا تیرے کرم سے نارسا ہو
یہ قطرہ وہ ہو جو بحر آشنا ہو
زمین شعر میں ہو وہ بلندی
فلک بھولے خیال خود پسندی
ہوا کو باندھ کر کس کر گرہ دوں
وہی موزوں ہو جو کچھ بات کہہ دوں
گہر ریز ابر نیساں چار سو ہو
ترے فیض و کرم سے آبرو ہو

نیساں، مانتا پرشاد

وفا، راجہ نول رائے

(۱۱۳۰ء.....۱۱۶۳ء)

ضلع اٹاواہ (یوپی) کا نام پڑھتے اور سنتے ہی میرے دل میں کلیاں کھلنے لگتی ہیں اور کیف و سرور کی لہریں مجھے اپنی جائے پیدائش اٹاواہ کے گلی کوچوں میں اڑالے جاتی ہیں۔ راجا نول رائے وفا کا تعلق بھی اسی چھوٹے مگر خوبصورت شہر سے ہے۔ اس چھوٹے سے شہر میں اسلامیہ کالج بھی واقع ہے۔ کالج کے بانی مولوی بشیر الدین مرحوم سے کون واقف نہیں۔ اسلامیہ کالج میں تعلیم حاصل کرنے والی نامور شخصیات کے ناموں کی فہرست طویل ہے اسے ہم آئندہ کے لیے اٹھا رکھتے ہیں۔ وفا اٹاواہی، فوج میں نائب صوبیدار کے عہدے پر فائز تھے اس کے علاوہ وہ فہم و فراست رکھنے والے صاحب طرز شاعر بھی تھے۔ طالب صدیقی نے لکھا ہے کہ اردو شاعری کا گوہر یکتا نوجوانی میں خاک و خون کی نذر ہو گیا۔ یہ میر تقی میر سے پہلے کا شاعر ہے۔ جس کے کلام میں میر کا سا سوز و گداز موجود ہے۔ راجہ نول رائے وفا خدائے گنج کے مقام پر فرخ آباد کے بگوش پٹھانوں کی فوج سے لڑتا ہوا مارا گیا۔

نمونہ کلام

حمد	کرلو	کبھو	دعا	کرلو
اپنے	خامہ	سے	یوں	وفا
مانتے	جاؤ	اس	کی	باتوں
مگر	شیطان	سے	تم	جفا

ماخذ:- اردو کے قابل ذکر ہندو شعراء، ص ۴۰۔ وقت کی آواز، ۱۷

ہمت، رائے شرما

(پ.....۱۹۱۹ء)

ناردر وال سیالکوٹ میں پیدا ہونے والے ہمت رائے شرما ہمہ جہت شخصیت ہیں سات آٹھ زبانوں پر دسترس رکھتے ہیں۔ نور احمد میرٹھی نے تحریر کیا ہے کہ ہمت رائے نے امرتسر سے میٹرک پاس کیا اس کے بعد کلکتہ چلے گئے۔ محکمہ اطلاعات و نشریات سے وابستہ رہے فراق گورکھ پوری نے ان کی شاعری پر تبصرہ فرماتے ہوئے کہا کہ ان کی شاعری میں ایک صحت مند اور تربیت یافتہ جوانی کا فرما ہے۔ ان کی آواز اور طرز میں چوٹ اور درد ہے۔ ان کے کلام میں خوشگوار شکستگی ہے۔ ڈاکٹر خلیق انجم کا خیال ہے کہ اگر شرما صاحب کے تمام فنی کارناموں پر نظر ڈالی جائے تو ان کی شخصیت ایسی منفرد اور ممتاز نظر آئے گی کہ کم سے کم اردو میں ایسی کوئی دوسری مثال نہیں۔ نمونہ کلام۔

حمد باری کے بعد اے خامہ
مئے وحدت کا بھرنے کے لا اک جام
دل میں رکھتا ہوں ایک جذبہ پاک
ہے مجھے احترام پاک کلام
میں آخر خدا کا بندہ ہوں
اور بندوں کا بندگی سے کام
میرے مولا! میرے خداوند!
تیرے محبوب ﷺ کا ہوں میں بھی غلام

ماخذ:- بہر زماں بہر زباں،، ص ۶۲۸-۶۲۹

ہندی، کنھیالال

کنھیالال ہندی کی ایک، خوبصورت حمد ”اذانِ دیر“ میں شائع ہوئی ۲۹ اشعار پر مشتمل حمد، شاعر کے حسن تخیل اور فصاحت و بلاغت کا اعلیٰ نمونہ ہے۔ نور احمد میرٹھی نے تحریر کیا ہے کہ کنھیالال پنجاب کا پہلا انجینئر تھا، آخر میں ایگزیکٹو انجینئر ہو کر رائے بہادر ہوا اردو، انگریزی پر عبور تھا۔ اس کی بعض کتابوں کے نام اور موضوعات یہ ہیں یادگار ہندی (نبیوں اور اوتاروں کا تذکرہ) بندگی نامہ (نام حق کی طرز پر ایک نظم) ہندی کنھیالال کی حمد ۲۹ اشعار پر مبنی ہے۔ اور ہر شعر اپنی خوشبو اور چمک دکھا رہا ہے۔ متقدمین شعرا میں جب کسی کی دو تین حمدیں یا پھر طویل حمد یہ نظم نظر سے گزرتی ہے تو طبیعت بہت خوش ہوتی ہے۔ راقم الحروف تو ہمیشہ ہی یہ کہتا رہا ہے کہ۔

حمد سے کیوں یہ آج دوری ہے
یہی صنفِ سخن تو نوری ہے
صاف کہتا ہوں شاعر و سن لو
حمد لکھنا بہت ضروری ہے

(طاہر سلطانی)

ماخذ:- ”اذانِ دیر“ ص ۱۲۷-۱۲۸-۱۲۹

بہر زمان بہر زباں، ص ۶۳۲ حمد میری بندگی، ص ۱۲۸



بنام خداوند ملکِ جہاں
خبر گیر احوالِ خرد و کلاں
بنا نور سے جس کے شام و پگاہ
ہوا جلوہ گر جلوۂ مہر و ماہ
اسی سے ہے ارض و سما کا ظہور
اسی سے ہے صبح و مسا کا ظہور
اکیلا ہے وہ وحدہ لاشریک
نہیں دوسرا کوئی اس کا شریک
وہ خالق کہ ہے جس کی خلقت تمام
وہ حاکم کہ محکوم ہیں خاص و عام
وہ ستار جو سائر عیب ہے
وہ علام جو عالم الغیب ہے
وہ فتاح مشکل کشائے جہاں
وہ مشکل کشا حامی بندگاں
وہ وحدت کہ ثانی نہیں دوسرا
یہ کثرت کہ ہے سب میں جلوہ نما

ہے سرنامہ حمد خدائے کریم
 کہ ہے کردگار و غفور و رحیم
 بلندی دی خسرواں ہے وہی
 شہی بخش شاہنشاہاں ہے وہی
 کبھی دے فریدوں کو وہ دستگاہ
 کرے گاہ جمشید کو وہ تباہ
 کبھی ناتوانوں کو بخشے وہ زور
 سلیمان کو گاہے کرے مثل مور
 جن و دیو انسان و حور و پری
 مہ و مہر اور زہرہ و مشتری
 کیے اس نے قدرت سے پیدا تمام
 نہاں تھے ہوئے سو ہویدا تمام
 کیا اس نے پیدا یہ بالا و پست
 زبردست دنیا میں اور زیر دست

بلند اس نے چرخ بریں کو کیا
 فراخ اس نے یکسر زمیں کو کیا
 عجب اس کی قدرت عجب شان ہے
 عیاں اس پہ سب رازِ پنہاں ہے
 پرستار اس کا ہے ہر اک مدام
 کریں ذکر اس کا سبھی خاص و عام
 بھرے دم جناب اس کا دریا میں ہاں
 رکھے موج ذکر اس کا وردِ زباں
 کیا اس نے آراستہ باغِ دہر
 عنایت سے اس کی ہے دل شادِ بحر
 چمن میں کیا سرو کو سرفراز
 بہار و نخریاں سے ہوا بے نیاز
 جہاندار ہے پاک پروردگار
 پرستار اس کے ہیں سب تاجدار
 خداوند کون و مکان ہے وہی
 نگہدار خلق جہاں ہے وہی

دلیروں کو اس نے کیا ہے دلیر
 کیا بچہ نیر کو اس نے شیر
 اگر وہ نہ یہ قوت و زور دے
 تو پھر رستی کوئی کیا کر سکے
 گدا کو وہ چاہے تو دے خسروی
 ضعیفوں کو دم میں وہ کر دے قوی
 توانا ہے وہ آپ اور زور مند
 قوی ہے خداوند پست و بلند
 وہ بخشے جسے عزت و افتخار
 تو ہے تاب کس کی کرے پھر جو خوار
 تو اے غشی اس سے ہی کر التجا
 کہ شاہ و گدا کا ہے حاجت روا

ہندی غشی کنہیا لال

کتابیات

۱۹۹۷ء	این اے پرنٹرز، کراچی	طاہر سلطانی	اذانِ دیر
۱۹۹۳ء	قاضی امجد شاہ تاج ٹریڈرز، کراچی		اذکار تاج الاولیاء
۲۰۰۱ء	سید اینڈ سپد، کراچی	ڈاکٹر عاصی کرنالی	اردو حمد و نعت پر فارسی شعری روایت کا اثر
	مجلس تحقیق و تصنیف، کراچی	طالب صدیقی	اردو زبان کے قابل ذکر ہندو شعراء
۱۹۷۳ء	آئینہ ادب، لاہور	ڈاکٹر فرمان فتح پوری	اردو کی نعتیہ شاعری
۱۹۹۵ء	بزمِ تخلیق ادب، کراچی	غضنفر علی خاں، معراج جامی	اردو کے مشہور اشعار
۱۹۸۱ء	المغزن پرنٹرز، کراچی	پروفیسر شفقت رضوی	اردو کے یورپین شعراء
۲۰۰۲ء	احمد برادر	پروفیسر شفقت رضوی	اردو میں حمد گوئی
۱۹۹۰ء	حمایت اسلام پریس، لاہور	ڈاکٹر ریاض مجید	اردو میں نعت گوئی
۱۹۷۶ء	باب السلام پرنٹنگ پریس، کراچی	ڈاکٹر رفیع الدین اشفاق	اردو میں نعتیہ شاعری
۱۹۷۹ء	نفس اکیڈمی، کراچی	شفیق بریلوی	ارمغانِ نعت
۲۰۰۱ء	القادر پرنٹنگ پریس، کراچی	شاہ عزیز الکلام	امی شعراء
۲۰۰۲ء	بیکن بکس روڈ، ملتان	ڈاکٹر فرمان فتح پوری	ایک عظیم و قدیم تہذیبی گہوارہ (فتح پور، سوہ)
۱۹۹۲ء	عہد اکیڈمی، لاہور	نذیر قیصر	اے ہوا موذن ہو
۱۹۹۶ء		عرشِ ملیانی	آہنگِ حجاز
۱۹۹۶ء	سہیل پریس، کراچی	نور احمد میرٹھی	بہر زماں بہر زباں
۱۹۸۷ء	نفس اکیڈمی، کراچی	صغیر احمد جان	تاریخ زبان و ادب اردو
۱۹۹۹ء	رحمت علی پرنٹنگ پریس	طاہر سلطانی	حریم ناز میں صدائے اللہ اکبر
			حمد گو شعراء کا اولین تذکرہ و حمدیہ کلام
۱۹۹۶ء	ادارہ چمنستان حمد و نعت کراچی	طاہر سلطانی	خزینہ حمد

محبوب پریس، حیدرآباد، دکن ۱۹۰۷ء	شادکشن پرشاد	محمدہ رحمت
سرور پریس، حیدرآباد، دکن ۱۳۳۳ھ	زنگہ راج بہادر	وردباتی ووردساقی
۱۱۰۲ھ	شیولال	رسالہ شکن موسومہ لولوئے ازغیب
	شا کر میرٹھی	زمزمہ توحید
	مینک اکبر آبادی	سمت کاشی سے چلا
۱۹۸۲ء	ساحر ہوشیار پوری	سحر حرف
	مہاراجہ کلیان سنگھ عاشق	شاہ جہاں اور نور جہاں
۱۸۶۲ء	توتارام	شاہنامہ اردو
	رکیش بریلوی کرشنا آرٹ ہوم مینس روڈ بمبئی ۱۹۹۳ء	شعراے رائے بریلی
۱۹۶۰ء	اختری ہری چند	کفر و ایمان
۱۹۷۶ء	رشی پٹیالوی	لہو پکارے گا آستیں کا
	شمیم کرہلوی	مدح شمیم
۱۹۳۰ء	شرما میرٹھی	نیرنگ فطرت
۱۲۸۳ھ	بھگونت رائے راحت	نگارستان راحت
۱۹۹۳ء	ساحر ہوشیار پوری	نقوش داغ
	پریانہ اردو اکیڈمی	



”سویرا“ سہ ماہی کلکتہ۔ اپریل تا جون ۱۹۶۱ء ص ۵۳

ماہنامہ ”آجکل“ ڈھاکہ ۱۹۳۵ء ص ۲۳

ماہنامہ ”اجالا“ بمبئی ۱۹۳۲ء ص ۲۱ تا ۱۷

سہ ماہی ”مہتاب“ جالندھر ۱۹۳۵ء ص ۵۱-۶۱

مثنوی

۱۳۳۵ھ

تو تارام

پریم درپن

مہاراجہ کلیان سنگھ

شاہ جہاں اور نور جہاں

۱۳۹۹ھ

تو تارام

شاہ نامہ اردو

پنڈت دیاشکر نسیم

گلزار نسیم

۱۳۸۳ھ

بھگونت رائے راحت

نگارستان راحت

۱۳۷۱ھ

بھگونت رائے راحت

نل و من

منشی نند کشور

یوسف زینجا

☆☆☆☆☆

طاہر سلطانی کی تصنیفات و تالیفات

مدینے کی مہک (مجموعہ نعت)۔ نعت میری زندگی (مجموعہ نعت)۔ حمد میری بندگی (مجموعہ حمد)
 ہر سانس پکارے صلح علی (منتخب نعتیہ کلام)۔ خزینہ حمد (حمدیہ انتخاب ۲۰۰۲ شعراء و شاعرات)
 اذانِ دیر (غیر مسلم شعراء کا اولین حمدیہ انتخاب)۔ حریم ناز میں صدائے اللہ اکبر
 (خواتین کی حمدیہ شاعری پر مبنی اولین حمدیہ انتخاب)
 انتخابِ مناجات (تین سو سے زائد شعراء کا مناجاتی کلام)
 ”اردو حمد کا ارتقاء“ (اردو حمد کا اجمالی جائزہ ۶۳۲ صفحات)
 ”گلشنِ حمد“ غیر مسلم حمد گو شعراء کا تذکرہ (حصہ اول)
 جہانِ حمد (اولین کتابی سلسلہ، ۱۴ شمارے)
 ارمغانِ حمد..... اردو میں حمد کے موضوع پر اولین ماہنامہ (۱۵ شمارے)

(زیر طباعت)

امام اہلسنت مولانا شاہ احمد رضا خاں حمد و نعت نمبر
 حکیم الامت علامہ محمد اقبال حمد و نعت نمبر
 صاحب کتاب نعت گویان کراچی (دس جلدیں)..... صاحب نعت گویان پنجاب
 حمدیہ انتخاب
 ۷۸۶ حمدوں پر مشتمل یادگار انتخاب (دو جلدیں)

☆☆☆☆☆

طاہر سلطانی کی نعتیہ شاعری، اہل علم و دانش کی نظر میں

ان کی نعتوں کی زبان نہایت سادہ، بیان دلکش اور محبت رسول ﷺ سے سرشار ہے انہوں نے اپنی نعتوں میں شائل رسول ﷺ، اسوہ رسول ﷺ، مدینہ کے دلکش مناظر کا اظہار بڑے خلوص سے کیا ہے یہی وجہ ہے کہ ان کی نعتیں تاثیر سے لبریز ہیں اور دل و روح کی بالیدگی کا سبب ہیں۔

(تابش دہلوی)

☆☆☆☆☆

طاہر سلطانی صاحب کے یہاں حضور اکرم ﷺ سے والہانہ اظہار بھی ہے اور اظہار میں وجدانی کیفیت کی سرشاری بھی چنانچہ ان کی نعت سن کر اور پڑھ کر ان کے قاری کا وجدان بھی جھوم جھوم اٹھتا ہے۔ بلاشبہ ان کی نعتیں اردو کی نعتیہ شاعری میں ایک نمایاں اور لائق تحسین اضافہ ہیں اور حقیقت میں یہی نعتیہ شاعری ان کی شہرت و عظمت کا بلکہ ہر نعت گو کی شہرت کا سبب ہے۔

(ڈاکٹر فرمان فتح پوری)

☆☆☆☆☆

طاہر سلطانی اب کسی تعارف کے محتاج نہیں..... فروغ حمد و نعت کے حوالے سے ان کی خدمات بے مثال اور لائق تحسین ہے۔ جہاں تک ان کی نعتیہ شاعری کا تعلق ہے تو میں صرف اتنا کہوں گا کہ آئندہ چند برسوں میں ان کا شمار صفِ اول کے نعت گو شعراء میں ہوگا (انشاء اللہ) میری دعائیں ان کے ساتھ ہیں۔

(حفیظ تائب)

☆☆☆☆☆

اللہ رب العزت نے طاہر سلطانی کو اپنے کرم سے خوب نوازا ہے۔ فروغ حمد کے حوالے سے ان کا نام ہمیشہ نمایاں رہے گا علاوہ ازیر وہ فروغ نعت کے حوالے سے بھی اپنی عقیدت و محبت کا اظہار کرتے رہتے ہیں۔ ان کی نعتیہ شاعری میں عشق رسول اکرم ﷺ کے ساتھ ساتھ سیرت رسول اکرم ﷺ بھی نمایاں ہے۔

(ڈاکٹر جمیل عظیم آبادی)

☆☆☆☆☆

طاہر سلطانی نے نعتوں میں مکمل احتیاط سے کام لیا ہے۔ جناب طاہر نے مبالغے اور غلو سے دامن بچایا ہے۔ اور خدا اور رسول کے فرق و امتیاز کو بھی مد نظر رکھتے ہوئے نہایت سلیقے سے نعتیہ اشعار کہے ہیں ان کی نعتوں کو پڑھ کر اطمینان قلب اور روحانی مسرت حاصل ہوئی۔

(راغب مراد آبادی)

☆☆☆☆☆

طاہر سلطانی نے شاعرانہ نزاکتوں اور لفظی و معنوی صنفوں سے بڑا کام لیا ہے اور اس معاملے میں وہ تکلفات سے کام نہیں لیتے بلکہ دل کی گہرائیوں سے نکلے ہوئے محسوسات کو الفاظ و بیانیہ کے پیکر میں ڈھال دیتے ہیں۔ طاہر سلطانی سادگی اور بے ساختگی کا جوہر رکھتے ہیں۔

(پروفیسر آفاق صدیقی)

☆☆☆☆☆

طاہر سلطانی کی شاعری میں وہ تمام بنیادی عناصر و لوازم موجود ہیں جو ایک اچھی حمد و نعت کی تخلیق میں سازگار ہوتے ہیں۔ ان کے یہاں خلوص و دردمندی اور تڑپ کے ساتھ ساتھ حسب توفیق فنی اور معنوی التزامات بھی نظر آتے ہیں۔

(ڈاکٹر عاصی کرناٹی)

☆☆☆☆☆

طاہر سلطانی نعت خواں بھی ہیں اور نعت گو بھی ان کی نعتوں میں سوز بھی موجود ہے اور ساز بھی وہ لفظوں کو برتنے کا ہنر جانتے ہیں اس لئے نعت پاک کو نعت کے تقاضوں کو ملحوظ رکھ کر لکھتے ہیں ان کے کلام میں مقامات جنبش ابرو شاذ و نادر ہی آتے ہیں ہر جگہ التجا اور دعا کا لہجہ کار فرما ہے انکسار اور عاجزی ان کی فکر میں ایمان کی طرح پیوست ہے لہذا نہ اظہار میں کوئی فخر و مبالغہ ہے نہ کردار میں کوئی منافقت۔

(خواجہ رخصی حیدر)

☆☆☆☆☆

میں یہ محسوس کرتا ہوں کہ طاہر سلطانی کے ہاں نعت گوئی ایک طاقت کے طور پر استعمال ہوئی ہے۔ اسلامی ادب میں طاہر سلطانی کا کام بہر حال متنوع اور موثر ہے وقت کے ساتھ ساتھ ان کے کام کی وقعت اور جاذبیت میں اضافہ ہوگا۔

(ڈاکٹر حسرت کاسگنجوی)

☆☆☆☆☆

طاہر سلطانی کے مجموعے میں جا بجا ایسے اشعار ملیں گے جو رسالت پر ان کے ایمان اور رسول اکرم ﷺ سے ان کی والہانہ مودت و ارادت اور اور ان کی عقیدت کی بین دلیل ہیں۔

بہر حال یہ بات باعثِ تشکر و امتنان ہے کہ طاہر سلطانی کی نعتیہ شاعری میں عقیدت آفریں جذبات کی فراوانی اور خیالات کی روانی کے ساتھ ساتھ مضامین کا تنوع پایا جاتا ہے۔ جو بلاشبہ ان کی نعت گوئی کی قدرت پر دلالت کرتا ہے۔

(محسن بھوپالی)

☆☆☆☆☆

طاہر سلطانی دینی پس منظر کے نوجوان شاعر ہیں طاہر سلطانی نے نعت گوئی کے تازہ پیرایوں پر خصوصی توجہ دی ہے ان کے کلام میں قلبی کیفیات اور عقیدت کا والہانہ اظہار ملتا ہے مجھے یقین ہے کہ نوجوان نعت گو شعرا کے مجموعوں میں طاہر سلطانی کا نعتیہ کلام خوشگوار اضافہ ہوگا۔

(پروفیسر سحر انصاری)

☆☆☆☆☆

طاہر سلطانی نعت خوانی سے اپنے سفر کا آغاز کیا۔ ان کی نعتوں کے دو مجموعے ”مدینہ کی مہک“ اور ”نعت میری زندگی“ شائع ہو کر قارئین سے داد و وصول کر چکے ہیں۔ اللہ تعالیٰ طاہر سلطانی کو اپنے کرم خاص سے نوازے اور انہیں حمد و نعت کے میدان میں مزید پھول کھلانے کی توفیق عطا فرمائے۔

(اقبال عالم)

☆☆☆☆☆

طاہر سلطانی نے جس ہمت، لگن، استقامت اور بے غرضی کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے کام کر رہے ہیں اس پر میں انہیں ہمیشہ رشک کی نگاہ سے دیکھتا ہوں۔ میں طاہر سلطانی کے جذبے کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے مبارک باد پیش کرتا ہوں۔

(خواجہ تاجدار عادل)

☆☆☆☆☆

براہِ راست طاہر سلطانی حُبِ رسول ﷺ سے سرشار ہو کر لیکن غلو سے محتاط رہ کر نعتیہ اشعار کہتے ہیں وہ ”با محمد ہوشیار“ کے مقولے پر پوری طرح عمل پیرا ہیں۔ ان کی نعتیہ شاعری حُسنِ کلام اور خوش آہنگی کا مرقع ہے۔ وہ عندلیبِ گلشنِ نعت ہیں مترنم لہجے میں جب وہ نعت سناتے ہیں تو قلبِ مومن جھوم جھوم اٹھتا ہے۔

(تنویر پھول)

☆☆☆☆☆

طاہر سلطانی شاعر بھی ہیں، ادیب و صحافی بھی ہیں، تحقیق نگار بھی اور ایک دلنواز شخصیت کا پرتو بھی۔ طاہر سلطانی جہاں اپنی عقیدت مندی کو اپنی نعت کی بنیاد بناتے ہیں وہاں دوسری طرف اسلام کے پیغام اور اس کی افادیت کو بھی بڑی تاثیر سلاست روی اور خیال آفرینی کے ساتھ بیان کرتے ہیں۔

طاہر سلطانی کا پورا مجموعہ پڑھ جائیے مجھے امید ہے کہ آپ ایک جہانِ وارنگی میں جا پہنچیں گے۔
ڈاکٹر نظر کامرانی



موجود شعراء کرام اور ان کے سرمایہ نعت گوئی پر نگاہ ڈالی جاتی ہے تو قدرے فکر اور مایوسی کی فضا جنم لیتی ہے لیکن دوسری کیفیت میں طمانیت کی لہریں بھی دور تک اپنا دائرہ بناتی ہیں جس میں کچھ خوش فکر و لحن، خوب سیرت چہرے نظر آتے ہیں اور ان ہی میں سے ایک میرے مدوح جناب طاہر سلطانی بھی ہیں۔

جناب طاہر سلطانی کی حمدیہ و نعتیہ شاعری ان کے فکر و فن اور شخصیت کا ایک رخ ہے لیکن دوسرا مرکز نگاہ پہلو اس صنف ادب کی ترویج و اشاعت ہے۔ اس رفیع مشن اور وقیع کام کے طفیل اسم با سکی ”جہانِ حمد“ کے سلطانی بن گئے ہیں۔ اور بلا شرکت غیرے ان کے سر پر ”جہانِ حمد“ کا یہ تاج سلطانی سجا رہے گا۔ انھوں نے تن تنہا مشکل حالات سخت مسائل اور کم وسائل کے ساتھ ”جہانِ حمد“ کو جس طرح آباد کرنے اور آباد رکھنے کی سعی بلیغ کی ہے اور تا حال بصد استقلال اس عبادت میں مصروف ہیں وہ ہر کس و نا کس کے بس کی بات نہیں ہے۔

بس یہ ایک سعادت اور کرامت ہے جو انھیں حاصل ہو رہی ہے۔

شبیر احمد انصاری

”اذانِ دیر“ غیر مسلم شعرا کا اولین حمدیہ انتخاب

میرے ساتھی جناب طاہر سلطانی نے ”اذانِ دیر“ کے نام سے غیر مسلم شعراء کا طیب و طاہر حمدیہ کلام یکجا کیا ہے۔ مختلف ادوار اور مختلف علاقوں کے قابل ذکر شعراء کا حمدیہ کلام مرتب کر کے جناب طاہر سلطانی نے ایک اہم علمی، ادبی اور مذہبی فریضہ ادا کیا ہے۔

اس سے پہلے اس موضوع پر کوئی کتاب نظر سے نہیں گزری۔ اللہ تعالیٰ کا یہ انعام ہے جو جناب طاہر سلطانی کے مقدر کا جھومر بنا..... بحسن و خوبی اس وقت کی ضرورت اور بامقصد خدمت کی بجا آوری پر موصوف قابل صد مبارک باد ہیں۔

ایں سعادت بہ زور بازو نیست
تا بخشد خدائے بخشندہ

نور احمد میرٹھی

.....☆☆☆☆☆.....

”اذانِ دیر“ طاہر سلطانی کا مرتب کردہ نیا حمدیہ انتخاب ہے جسے غیر مسلموں کی حمدیہ شاعری کے لئے مخصوص کیا گیا ہے۔ یہ انتخاب اپنے موضوع اور مواد کے لحاظ سے سب سے پہلا انتخاب ہے۔ غیر مسلم شعراء کی حمدوں کے سلسلے میں اس سے پہلے کوئی کاوش ہمارے سامنے موجود نہیں۔ یہ منفرد اور معیاری کام نقشِ اول کی حیثیت سے ہمارے سامنے موجود ہے۔ اذانِ دیر میں تقریباً ۴۹ غیر مسلم شعراء کے کلام کی حمدیں ہیں بعض شعراء کی تو ایک سے زیادہ حمدیں بھی شامل کی گئی ہیں۔ مرتب کے پیش نظر صرف یہ مقصد کارفرما رہا ہے کہ غیر مسلموں کے حوالے سے تمام حمدوں کو یکجا کر دیا جائے تاکہ آئندہ انتخاب اور اس موضوع پر کام کرنے والوں کو کسی وقت کا سامنا نہ کرنا پڑے۔

اس کتاب کے ۱۸۴ صفحات ہیں۔ اس کا ہدیہ ۲۰ روپے ہے۔

اس کا سال اشاعت دسمبر ۱۹۹۷ء ہے۔

شہزاد احمد (راہی)

طاہر سلطانی جس جذبہ اور لگن سے فروغِ حمد و نعت کے لئے کوشاں ہیں وہ کسی سے پوشیدہ نہیں۔ طاہر سلطانی نے ”اذانِ دیر“ غیر مسلم حمد گو شعراء کا حمد یہ انتخاب ۱۹۹۷ء میں کراچی سے شائع کیا جو میری دانست میں غیر مسلم شعراء کا اولین حمد یہ انتخاب ہے۔ ۲۰۰۵ء کے آغاز میں انہوں نے غیر مسلم حمد گو شعراء کا تذکرہ ترتیب دے کر ”گلشنِ حمد“ کے نام سے شائع کیا غالباً ”گلشنِ حمد“ بھی اپنی نوعیت کی اولین کوشش و کاوش ہے۔

”گلشنِ حمد“ کی اشاعت کے موقع پر میں طاہر سلطانی کو دلی مبارکباد پیش کرتے ہوئے دعا گو ہوں کہ اللہ رب العزت انہیں دونوں جہانوں میں کامیابی عطا فرمائے۔ (آمین)

الحاج سید غلام مجتبیٰ احدی

.....☆☆☆☆☆.....

زندگی ایک سفر ہے اس سفر میں نہ جانے کتنے انسانوں سے ملاقاتیں ہوئیں..... کچھ یاد رہے..... کچھ بھول گئے۔ یاد رہ جانے والوں میں ایک نام طاہر سلطانی کا بھی شامل ہے۔ فروغِ حمد و نعت کے حوالے سے اُن کی مساعی جمیلہ قابلِ تعریف ہے۔ ”جہانِ حمد“ (کتابی سلسلہ) ہے جسے طاہر سلطانی شائع کرتے ہیں۔ یہ رسالہ اُردو حمد کے موضوع پر اولین سلسلہ ہے ۱۴ شمارے شائع ہو کر مقبولیت حاصل کر چکے ہیں۔ طاہر سلطانی ماہنامہ ”ارمغانِ حمد“ کے بھی مدیر ہیں اور اس پرچے کے بھی ۱۵ شمارے شائع ہو کر پذیرائی حاصل کر چکے ہیں۔ طاہر سلطانی محدود وسائل کے باوجود سچی لگن سے کام کر رہے ہیں۔ یہ خوش آئند بات ہے۔ ان کی تازہ ترین کاوش ”گلشنِ حمد“ ہے اس کتاب میں ۶۶ چھپا سٹھ غیر مسلم حمد گو شعراء کا تذکرہ شامل ہے ”گلشنِ حمد“ کی اشاعت میرے لیے باعثِ مسرت ہے۔ میں اس بُد مسرت موقع پر طاہر سلطانی کے لیے پر خاص دعاؤں کے ساتھ انہیں دلی مبارکباد پیش کرتا ہوں۔

لیاقت علی پراچہ

حمد گو شاعرات کا اولین حمدیہ انتخاب

حریم ناز میں صدائے اللہ اکبر (۱۹۹۹ء)

برادر م طاہر سلطانی نے خواتین کی حمدیہ شاعری مرتب کر کے ایک نیا ہی نہیں بلکہ اہم ترین کام سرانجام دیا ہے..... ایک ایسا کام جو نہ صرف حمدیہ ادب میں تاقیامت یادگار رہے بلکہ

ان کی اور ان کے والدین کی مغفرت کا وسیلہ بھی قرار پائے گا۔ (خواجہ رضی حیدر)

”حریم ناز میں صدائے اللہ اکبر“ طاہر سلطانی کے جذبہ بندگی کا نیا اظہار ہے۔ شاعرات کے حمدیہ کلام پر مشتمل یہ مجموعہ اردو شاعری کی تالیف روایت میں غالباً پہلا کام ہے۔

عزم بہراد

اس کی جتنی پذیرائی کی جائے وہ کم ہے۔

جناب طاہر سلطانی نے حمدیہ ادب کے حوالے سے جہاں دیگر کارہائے نمایاں انجام دیے ہیں وہاں ”حریم ناز میں صدائے اللہ اکبر“ کے نام سے قدیم و جدید حمد گو اردو شاعرات کا حمدیہ کلام اور کا مختصر تعارف ترتیب دیا ہے جو میرے محدود مطالعے کی رو سے کسی بھی زبان میں

رشید وارثی

اپنے موضوع اور نوعیت کے اعتبار سے شائع ہونے والی پہلی کتاب ہے۔

انتخابِ مناجات

۳۱۶ شعراء و شاعرات کا اولین انتخابِ مناجات

دیوانہ حمد و نعت، طاہر سلطانی نے جو مناجاتی خزانہ جمع کر دیا ہے اسے پڑھ کر آپ کو اندازہ ہوگا کہ شاعروں نے کس کس طرح کب کب اور کیسے کیسے مناجات لکھنے کی کوشش کی ہے اور بارگاہ رب العزت نے ان کے لکھے ہوئے کو قبول کیا ہے۔

خواجہ تاجدار عادل

جس کا ایک ثبوت کتاب ”انتخابِ مناجات“ ہے۔

